امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، حکایات اہل دل
■ معاشرتی بگاڑ کی دو اہم بنیادیں
■ بے اعتدالی کے نقصانات
■ وقت کی قدر و قیمت پہچانئے
■ پارلیمانی الیکشن اور مسلمان
■ نوجوان دعوت دین کی ذمہ داری نبھائیں
■ اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں، طب وصحت

جلد نمبر 64/74 | مورخہ ۱۷؍رجب المرجب ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۹؍جنوری ۲۰۲۴ء روز سوموار | شمارہ نمبر:05

بین السطور

شرک - ناقابل معافی ظلم

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

روئے زمین پر انسانوں کے ذریعہ کیا جانے والا سب سے بڑا گناہ اللہ کی ذات وصفات میں کسی دوسرے کو شریک ٹھہرانا ہے، اللہ رب العزت نے اسے ''ظلم عظیم'' (سورۃ لقمان:۱۳) قرار دیا ہے۔ اس نے قرآن کریم میں یہ بات بھی واضح کر دی ہے کہ وہ شرک کو معاف نہیں کریں گے، البتہ اللہ اگر دوسرے گناہ معاف کرنا چاہیں تو وہ بخش دیں گے۔ (النساء:۴۸) قرآن کریم میں اس گناہ کبیرہ اور ظلم عظیم کی سزا اللہ نے بیان کی کہ جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرے گا، اس پر اللہ رب العزت جنت کو حرام کر دیں گے، اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا، اور اس ظلم کرنے والے کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ (المائدہ:۷۲)

حدیث میں بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کو اکبر الکبائر کہا ہے فرمایا کہ سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو، ان میں سے ایک اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا ہے، بعض روایتوں میں کبیرہ گناہوں کی تعداد نو (۹) بتائی گئی ہے، ان میں سے ایک شرک ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطابؓ کو حکم دیا کہ وہ اعلان کر دیں کہ صرف ایمان والا ہی جنت میں جائے گا، یعنی کافر و مشرک جنت میں نہیں جائے گا۔ اسی وجہ سے حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو خصوصی طور سے اس بات کی نصیحت کی کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرانا، کیوں کہ یہ ظلم عظیم ہے۔

ہمیں یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ رب العزت نے شرک کو ناقابل معافی جرم کیوں قرار دیا، اس لیے کہ ساری کائنات اور تمام مخلوقات کو اللہ نے بنایا، تخلیق کے اس عمل میں اللہ کا کوئی ساجھی نہیں ہے، اللہ روئے زمین کی تمام مخلوقات کو رزق فراہم کرتا ہے، حقیقی معنوں میں کوئی دوسرا رزاق ہو ہی نہیں سکتا، اللہ ہی بندوں کو عزت اور ذلت دیتا ہے کوئی دوسرا یہ کام نہیں کر سکتا، حیات و موت سب اللہ کے ہاتھ ہے وہ محی و ممیت ہے، کسی دوسرے کی کیا مجال کہ وہ اس میں دخل اندازی کرے، اللہ ہی کی ذات ہے کہ وہ لڑکا دیتا ہے، لڑکی دیتا ہے، کسی کو دونوں دیدیتا ہے، اور کسی کو اس نعمت سے محروم کر دیتا ہے، دوسرا کوئی ہے جو اولاد کی دولت سے مالا مال کر دے، وہ اول و آخر ہے، جب کچھ نہیں تھا تو اللہ تھا، اور جب ساری دنیا فنا کے گھاٹ اتر جائے گی تب بھی وہ حی القائم رہے گا، اس لیے اس کا کوئی شریک ہو ہی نہیں سکتا، اس بات کو آپ اس طرح بھی سمجھ سکتے ہیں کہ مریض کو جب خون کی ضروت ہوتی ہے تو کسی نہ کسی طرح اس کا بلڈ گروپ ملایا جاتا ہے، چاہے خون دینے والے کا گروپ اس سے مل جائے یا کیمیکل دے کر اسے بدلا جائے، اگر بغیر بلڈ گروپ ملائے مریض کے جسم میں خون داخل کر دیا جائے تو مریض کے دنیا چھوڑ دینے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں، اسی طرح گردے وغیرہ کی منتقلی دوسرے کے جسم میں کرنی ہو تو ٹشوز ملائے جاتے ہیں، خلیات دیکھے جاتے ہیں، ٹشوز اور خلیات نہ ملیں تو اس شخص کا گردہ منتقل نہیں کیا جا سکتا، اسی طرح جب آپریشن ہوتا ہے تو زخم بھرنے کے لیے الگ سے چمڑے کی ضرورت ہوتی ہے تو مریض کے جسم سے کاٹ کر دوسرا چمڑہ لگایا جاتا ہے، اگر مریض کا باپ یا کوئی تیمار دار یہ کہے کہ ایک زخم تو میرے بچے کو ہے ہی، دوسرا مت کیجئے، میرا چمڑہ لے کر اسے لگا دیجئے، ڈاکٹر کے پاس اس مشورہ کا علاج، دماغ کے علاج کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے، جب ہمارا جسم دوسرے کے چمڑے کو قبول کرنے کو تیار نہیں، حالاں کہ دونوں کا ڈی این اے ایک ہی ہے، بغیر گروپ اور خلیات کے ملے نہ خون چڑھایا جا سکتا ہے اور نہ گردے اور دیگر اعضاء کی پیوند کاری ہو سکتی ہے، وجہ صرف یہ ہے کہ گروپ نہیں مل رہا ہے، اللہ رب العزت نے واضح کر دیا ہے کہ ہمارے گروپ سے کسی کا گروپ نہیں ملتا ہے، اس لیے کہ ہم بے نیاز ہیں، ہمیں کسی چیز کی حاجت نہیں ہے۔ دوسرا گروپ فقراء اور محتاجوں کا ہے، بڑا سے بڑا آدمی مالی اعتبار سے یا بڑا آدمی جاہ و منصب کے اعتبار سے کیوں نہ ہو، وہ سب کے سب حاجت مند ہیں، ایسے میں جو حاجت مند ضرورت مند ہے، وہ بے نیاز ذات کے ساتھ کس طرح مل سکتا ہے۔ اب اگر کسی نے ملا دیا تو اس نے اتنا بڑا ظلم اپنے اوپر کر لیا کہ اس کی تلافی ممکن نہیں اور جس طرح بغیر گروپ ملائے خون کی منتقلی اور اعضاء کی پیوند کاری موت کا سبب ہوتی ہے اسی طرح بندہ محتاج کو اللہ غنی کے ساتھ شریک ٹھہرانے سے ایمان کی موت ہو جاتی ہے، اب ایسا شخص یا تو کافر ہوگا یا مشرک ہوگا یا مرتد، تینوں حالتوں میں اللہ بخشش کا سامان نہیں کرے گا، وہ جنت سے محروم ہوگا اور جہنم اس کا مقدر قرار پائے گی۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ کہہ دیجئے اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، اس نے کسی کو اس طرح نہیں پیدا کیا، جیسے مائیں جنتی ہیں اور نہ اس کو کسی نے پیدا کیا ولم یکن له کفوا احد۔ اس کا ہم سر یعنی اس کی کیٹگری کا کوئی نہیں ہے۔

شرک کی قباحت کو اس سے بھی آسان طور پر سمجھنا چاہیں تو اس طرح سمجھئے کہ شوہر کے نزدیک بیویاں عام طور پر اس کی پسندیدہ ہوتی ہیں، اس کی کمی کوتاہی اور غلطیوں کو معاف کرنا یا بیوی پر شوہر کے ذریعہ کوئی ظلم ہو تو ہر دو کے لیے یہ ممکن ہے کہ اس کی معافی تلافی ہوتی رہے اور ہوتی بھی ہے، ہر دن اختلافات ہوتے ہیں اور اگلے دن کا سورج رات کی تاریکی کو ہی دور نہیں کرتا، میاں بیوی کے دلوں کی کدورت، کینہ اور غصہ کو بھی ختم کر دیتا ہے، تبھی پوری زندگی گذرتی ہے، لیکن اگر کسی شوہر کے بارے میں بیوی کو اور بیوی کے بارے میں شوہر کو معلوم ہو جائے کہ اس کی زندگی میں کوئی دوسرا مرد یا کوئی دوسری عورت بھی ہے تو یہ شرکت مرد و عورت دونوں کے لیے ناقابل برداشت ہوتی ہے اور رشتہ اس حالت میں عام طور سے آخری سانس لے لیتا ہے، مرد کی اس معاملہ میں حساسیت اپنی جگہ، ہندوستان کے خاص ماحول میں تو عورت دوسری، تیسری، چوتھی نکاحی عورت کو بھی قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتی اور گھر پانی پت کا میدان اور جنگ کا اکھاڑہ بن جاتا ہے، جب انسان جو محتاج ہی محتاج ہے، اپنے میاں بیوی کے رشتے کے درمیان کسی تیسرے کو قبول کرنے کو تیار نہیں تو بھلا جو اللہ انتہائی غیرت مند اور غیور ہے، بندے کی غیرت سے اس کی غیرت کا موازنہ اور مقابلہ دوسرے صفات کی طرح کیا ہی نہیں جا سکتا، وہ اللہ کس طرح اس کو برداشت کر سکے گا کہ سب کچھ اس نے دیا اور گن گان کسی اور کا کیا جائے۔

اللہ رب العزت نے تخلیقی طور پر سجدے کے لیے استعمال ہونے والے سر کو سب سے اوپر رکھا ہے کہ بڑھاپے میں کمر جھک جائے، پرواہ نہیں، لیکن یہ سر جو ہمارے جسم کے سب سے اوپر ہے وہ کسی اور کے آگے نہ جھکے، یہ جب جھکے تو صرف خدا کے سامنے جھکے بندہ کچھ مانگے تو خدا سے مانگے، منور رانا نے کتنی پیاری بات کہی ہے۔

گڑگڑائے نہیں ہاں حمد و ثنا سے مانگی   بھیک بھی ہم نے جو مانگی تو خدا سے مانگی

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے دربار نبوی علیہ السلام سے جو تربیت پائی تھی اس کا خلاصہ یہی تھا کہ گھوڑے کی لگام بھی گر جاتی تو وہ کسی کو اٹھا کر دینے کو نہیں کہتے، خود سے اتر کر لے لیا کرتے وہ اس مجازی مانگنے کو بھی دوسرے سے برا سمجھتے تھے، صوفیا کے یہاں تو اگر کسی نے جلی ہوئی روٹی کھائی اور پیٹ میں درد ہونے لگا، ایسے میں کہا کہ جلی روٹی کھانے کی وجہ سے درد ہو رہا ہے تو وہ اسے بھی شرک ٹھہراتے ہیں کہ درد دینے کی طاقت صرف اللہ میں ہے، روٹی کی کیا بساط کہ وہ درد پیدا کر دے، مسلمانوں کے نزدیک دوا بھی مؤثر حقیقی نہیں ہے اس میں تاثیر اللہ پیدا کرتا ہے، یہ بڑے لوگوں کی باتیں ہیں، لیکن حقیقت سے بہت قریب ہے، آپ کو معلوم ہے کہ آگ جلاتی ضرور ہے، لیکن اللہ نے نہیں چاہا تو آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلا نہیں سکی، چاقو اور چھری کا کام کاٹنے ہی کا ہے، لیکن اللہ نے نہیں چاہا تو چھری چلنے کے باوجود حضرت اسماعیلؑ کی گردن سلامت رہی، پانی ڈوبوتا ہے، لیکن اللہ کی مرضی ہوئی تو حضرت موسیٰ کو نہیں ڈوبایا اور فرعون اسی پانی میں اسی راستے پر غرق ہو گیا، معلوم ہوا کہ کرنے والی ذات حقیقتاً اللہ کی ہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا، قاری صدیق صاحبؒ کا بہت مشہور شعر ہے۔

نبی سے یا ولی سے یا رِشی سے کچھ نہیں ہوتا   خدا جب تک نہیں چاہے کسی سے کچھ نہیں ہوتا

مسلمانوں میں اس احساس کی کمی ہو گئی ہے، سیاسی حضرات قومی یک جہتی کے نام پر پتہ نہیں کیا کیا تماشے کرتے ہیں، مسجد میں نماز کو بھی جاتے ہیں اور مندر میں گور بھی لگ آتے ہیں، دوسروں کے شرکیہ اعمال میں برابر کے شریک ہو جاتے ہیں، یہ اسلامی اور ایمانی تقاضوں کے خلاف ہے، اس لیے اس سے ہر حال میں بچنا چاہیے، ۲۲؍جنوری ۲۰۲۴ء کو رام للا پران پرتشٹھا کے موقع سے مزاجی ہم آہنگی اور قومی یکجہتی کے نام پر مسلمانوں نے جو پھول مالا چڑھایا، رضامندی سے رام کے بھگوان ہونے کے نعرے لگائے، یہ قومی یک جہتی نہیں، دین و ایمان کا سودا ہے، اس کا ایک بڑا نمونہ آر ایس ایس اور موہن بھاگوت کے منظور نظر عمیر الیاسی ہیں، جو اس تقریب میں شریک ہوئے اور مزید قربت حاصل کرنے کے لیے خوب خوب لن ترانیاں کیں، اسلام نے اظہار یک جہتی کے جو طریقے بتائے ہیں وہ اعتدال اور توازن پر مبنی ہیں اور وہ یہ کہ برادران وطن کے مذہبی اور ثقافتی پروگراموں میں شرکت نہ کی جائے، لیکن کمزوروں کی مدد، یتیموں کی خبر گیری، انسانی اکرام و احترام میں کمی نہ کی جائے، مریضوں کی تیمارداری بھی کی جائے اور مر جائے تو تعزیت بھی، اعتدال کی انتہا یہ ہے کہ ان کے معبودوں کو جو ہمارے عقیدہ کے خلاف ہیں اور جن کی وہ عبادت کرتے ہیں، انہیں بھی برا بھلا نہ کہا جائے، معلوم ہوا کہ اسلام میں شرکیہ اعمال سے پرہیز ہے احترام آدمیت اور رواداری سے نہیں۔

اچھی باتیں

''جب گاڑی ڈھلان پر ہو تو ریورس گیر لگا کر اسے بیک کر کے اونچائی پر لے جانا انتہائی مشکل کام ہے، کئی بار تو یہ ناممکن ہو جاتا ہے ☆ سچائی ہمیشہ خاموش رہنے والے انسان کے اندر ہی ملتی ہے، جھوٹ بولنے والے تو ہمیشہ شور مچاتے ہیں ☆ ان دنوں سرکاری اسپتال کا مطلب جان سے ہاتھ دھونا اور پرائیوٹ اسپتال کا مطلب جائیداد سے ہاتھ دھونا ہوا کرتا ہے ☆ نسلیں آپ کی نصیحتوں سے نہیں، آپ کے اعمال سے سیکھتی ہیں ☆ اگر آپ اپنے حالات سے خوش نہیں ہیں تو حالات بدلیں، جگہ بدلیں، عمل بدلیں، سوچ بدلیں، آپ کوئی درخت تو ہیں نہیں کہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے ☆ ایک وقت ایسا بھی آئے گا، تمہیں دل کی خوشی صرف لوگوں سے کنارہ کش رہنے میں ہی ملے گی۔'' (حاصل مطالعہ ومشاہدہ)

بلا تبصرہ

''رام مندر میں ''پران پرتشٹھا'' کی تقریب میں جس طرح ملکی وسائل کا استعمال کیا گیا، اس سے ایسا محسوس ہوا کہ یہ ملک بغیر دستور کی تبدیلی کے ہندو راشٹر ہو گیا ہے۔ سادھو سنتوں اور متشدد لوگوں نے جس طرح گلی گلی اس پورے پروگرام کو لائیو دکھایا اور اشتعال انگیز نعرے لگائے وہ ایک غیور اور خوددار قوم کے لیے انتہائی تکلیف دہ تھا، لیکن مسلمانوں نے صبر و تحمل، برداشت کا مظاہرہ کر کے ایک بار پھر ان منصوبوں کو ناکام کر دیا ہے، جس کی انتہا مسلمانوں کے جان و مال اور عزت و آبرو سے کھلواڑ پر ہوا کرتی ہے، ہمارا یہ طرز عمل بابری مسجد کے انہدام، عدالت کا آستھا کی بنیاد پر فیصلے، رام مندر کا شیلانیاس اور پران پرتشٹھا کے موقع سے مسلسل جاری رہا ہے، ہمارا یہ صبر ہمیں اللہ سے قریب کرتا ہے، اللہ رب العزت کا خود ہی اعلان ہے کہ اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔'' (واحد متکلم)

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

ظالموں کو پھٹکار

’’اور تمہارا رب کسی بستی کو ظلماً ہلاک نہیں کرتا، درانحالیکہ وہاں کے باشندے نیک ہوں‘‘ (سورہ ہود: ۱۱۷)

مطلب: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ماں باپ سے بھی زیادہ شفیق و مہربان ہے وہ ہر آن بندوں کی حاجت روائی کرتا ہے، اس کی ضرورتوں کو پوری کرتا ہے، ہاں اگر کوئی شخص بے راہ روی کا شکار ہو جاتا ہے تو اس کو سنبھلنے اور اپنی حرکتوں سے باز آجانے کے لئے مہلت دیتا ہے، لیکن جب کسی کی سرکشی اور تشدد حد سے گذر جاتا ہے تو پھر اپنا عتاب نازل کرتا ہے، ماضی میں جن قوموں پر عذاب آیا اس کی سب سے بڑی وجہ قوموں کی بداعمالیاں اور عناد و سرکشی ہی تھی، پیغمبروں اور رسولوں نے انہیں راہ راست پر لانے کیلئے سینکڑوں جتن کئے ہیں، سمجھانے والے داعیان بھی آتے رہے، لیکن ایک نہ مانی تو پھر کسی کی بستیاں الٹ دی گئیں اور کسی کو غرقاب کر دیا گیا، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے لکھا کہ ’’اللہ تعالیٰ کے یہاں جور و ظلم کا کوئی امکان نہیں جن کو ہلاک کیا جاتا ہے، وہ اسی کے مستحق ہوتے ہیں اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے اور مصلحون سے مراد وہ لوگ ہیں جو باوجود مشرک و کافر ہونے کے معاملات اور اخلاق اچھے رکھتے ہیں، کسی کو نقصان و ایذاء نہیں پہنچاتے، جھوٹ نہیں بولتے، دھوکہ نہیں دیتے، گویا مطلب آیت کا یہ ہے کہ دنیا کا عذاب کسی قوم پر محض ان کے مشرک کافر ہونے کی وجہ سے نہیں آتا، جب تک کہ وہ اعمال و اخلاق میں بھی ایسے کام نہ کرنے لگیں جن سے زمین میں فساد پھیلتا ہے، پچھلی جتنی قوموں پر عذاب آئے ان کے خاص خاص اعمال بد اُس کا سبب بنے، نوح علیہ السلام کی قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچائیں، قوم شعیب علیہ السلام نے ناپ تول میں کمی کر کے فساد پھیلایا، قوم لوط علیہ السلام نے بدترین قسم کی بدکاری کو شیوہ بنایا، قومِ موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام نے اپنے پیغمبروں پر ظلم ڈھائے، قرآن کریم نے دنیا میں ان پر عذاب آنے کا سبب انہی اعمال و افعال کو بتلایا ہے، نرے کفر و شرک کی وجہ سے دنیا میں عذاب نہیں آتا اس کی سزا تو جہنم کی دائمی آگ ہے، اسی لئے بعض علماء نے فرمایا کہ مُلک و سلطنت کفر و شرک کے ساتھ تو چل سکتے ہیں، مگر ظلم و جور کے ساتھ نہیں چل سکتے‘‘ (معارف القرآن: ۴/۶۸۰)

اگر عذاب سے بچنے کا واقعی جذبہ ہے تو اس کی واحد صورت یہ ہے کہ انکار و اعراض کی راہ چھوڑ کر تسلیم و انقیاد کا راستہ اپنایا جائے، ورنہ خدا کی نافرمانی اور اس کے اعراض کو کوئی بھی عقل و ہوش رکھنے والا عاقل معافی جرم نہیں مان سکتا، یہ جرم اتنا سخت ہے کہ اس سے چشم پوشی کرنے والا شخص خود ہی ناقابل معافی سزا کا مستحق ہے، اس لئے معاشرے میں جو نیک و صالح افراد ہیں، ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ ظالموں کے پنجہ ظلم کو مڑوریں اور حق و صداقت اور عدل و انصاف کے پرچم کو بلند کریں، اگر انہوں نے اس سے پہلوتہی اختیار کی تو عذاب الٰہی میں وہ بھی مبتلا کئے جائیں گے کہ تمہارے سامنے انصاف کا خون ہو رہا تھا اور تماشائی بنے رہے، اس لئے اپنی سطح سے انسان جو کچھ کر سکتا ہو کر گذرے اور اللہ سے بھی امن و عافیت کی دعا کرتا رہے۔

ریاکاری سے بچیئے

’’حضرت محمود بن لبیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ خطرہ ’شرک اصغر‘ کا ہے، بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شرک اصغر کا کیا مطلب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ریا اور دکھاوے کے لئے کام کرنا‘‘ (مسند احمد)

وضاحت: اگر کوئی شخص اللہ کی عبادت، ذکر و تلاوت اس غرض سے کرتا ہے کہ لوگ اس کو عبادت گذار، تہجد گذار اور نیکوکار سمجھیں اور اس کی بنیاد پر دنیاوی منفعت و وجاہت حاصل کریں تو یہ ریاکاری اور دکھاوا ہے جو کہ نہایت ہی ناپسندیدہ عمل ہے، حدیث پاک میں اس کو شرک اصغر کہا گیا ہے کیونکہ اس نے اللہ کی رضا و خوشنودی کے بجائے لوگوں میں اپنے لئے معزز و محترم بننے کا دکھاوا کیا، گویا اس میں گرچہ حقیقی شرک نہیں ہے لیکن اس میں ایک درجہ شرک کا پہلو نکلتا ہے، جب کوئی عمل اخلاص نیت سے خالی ہوتا ہے تو ممکن ہے کہ دنیا میں اس کو کچھ فائدہ حاصل ہو جائے، آخرت میں اس کے لئے کوئی حصہ نہیں ہے، سنن نسائی میں ایک طویل حدیث ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن پہلے جن تین لوگوں کو طلب کیا جائے گا اور ان کے اعمال کا محاسبہ کرنے کے بعد فیصلہ ہوگا ان میں ایک شہید ہوگا، دوسرا معلم و مدرس ہوگا اور تیسرا مالدار شخص ہوگا، ان تینوں سے اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کے بارے میں دریافت کرے گا، وہ سب اپنے اپنے کارنامے بتلائیں گے، مگر چونکہ ان کے اعمال اخلاص و للّٰہیت سے عاری ہوں گے، صرف دکھاوا اور شہرت کی خاطر اپنے اپنے اعمال انجام دیئے ہوں گے، اس لئے ان کے اعمال حبط ہو جائیں گے اور حشر کے دن انہیں ذلت و رسوائی کے ساتھ سخت سزا دی جائے گی،، ظاہر ہے کہ ایسا عمل جو صرف دکھاوے کے لئے ہو اس میں اخلاص نہ ہو تو اللہ کے یہاں اس کی کوئی قیمت نہیں ہوگی، کیونکہ ’ایمان‘ اخلاص کا نام ہے اور عبادتوں کے لئے اخلاص ضروری ہے، اس لئے اپنے اعمال و کردار کو اخلاص کی خوشبو سے معطر کیجئے، دلوں سے ریا، شہرت اور چاپلوسی کو نکالئے اور اللہ کی رضا کے لئے حسن نیت کے ساتھ عمل کیجئے، اگر عمل چھوٹا ہے اور اخلاص کے جذبے سے معمور ہے تو اس نمائشی عمل سے بہت بہتر ہے جو زیادہ کیا گیا اور لوگوں کے دکھاوے کے لئے کیا گیا ہے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن جب کہ خدا کے سایہ کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہوگا، خدا سات آدمیوں کو اپنے سایہ میں لے گا، جن میں ایک وہ شخص ہوگا جس نے صدقہ اس طرح چھپا کر دیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو یہ نہ معلوم ہو سکا کہ اس نے داہنے ہاتھ سے کیا دیا، اس لئے ایمان والوں کے لئے ضروری ہے کہ اپنے تمام اعمال کے اندر خلوص پیدا کرنے کی کوشش کریں اور اپنے اعمال کو ضائع اور اکارت ہونے سے بچائیں۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

کونڈے کی شرعی حیثیت

س: ۲۲؍رجب کو کونڈے کے رسم کے طور پر جانا جاتا ہے، اس تاریخ کو حلوہ اور پوڑی کے ذریعہ کونڈہ بھرا جاتا ہے اور امام جعفر صادق کے نام فاتحہ دیا جاتا ہے، معلوم یہ کرنا ہے کہ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ جواب سے نوازیں!

ج: ۲۲؍رجب کو حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی مناسبت سے مذکورہ عمل کا ثبوت کتاب و سنت، صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین سے نہیں ہے، یہ خلاف شرع ایک رسم ہے، جس سے احتراز لازم و ضروری ہے: ’’عن عائشة رضی اللہ عنها قالت قال النبی صلی اللہ علیه وسلم: من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد‘‘ (صحیح بخاری: ۱/۳۷۱) فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ’’کونڈوں کی مروجہ رسم مذہب اہل سنت والجماعت میں محض بے اصل، خلاف شرع اور بدعت ممنوعہ ہے، کیوں کہ بائیسویں رجب نہ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ پیدائش ہے اور نہ تاریخ وفات، حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۸؍رمضان ۸۰ھ یا ۸۳ھ میں ہوئی اور وفات شوال ۱۴۸ھ میں ہوئی، پھر بائیسویں رجب کی تخصیص کیا ہے اور اس تاریخ کو حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے کیا خاص مناسبت ہے؟ ہاں! بائیسویں رجب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ وفات ہے (دیکھئے تاریخ طبرانی، ذکر وفات معاویہ) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس رسم کو محض پردہ پوشی کے لئے حضرت امام جعفر صادق کی طرف منسوب کیا گیا ہے، ورنہ درحقیقت یہ تقریب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خوشی میں منائی جاتی ہے، جس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی اہل سنت والجماعت کا غلبہ تھا، اس لئے یہ اہتمام کیا گیا کہ شیرینی بطور حصہ علانیہ نہ تقسیم کی جائے، تاکہ راز فاش نہ ہو، بلکہ دشمنان حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموشی کے ساتھ ایک دوسرے کے ہاں جا کر اسی جگہ یہ شیرینی کھالیں، جہاں اس کو رکھا گیا ہے اور اس طرح اپنی خوشی و مسرت ایک دوسرے پر ظاہر کریں، جب کچھ اس کا چرچا ہوا تو اس کو حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی منسوب کر کے یہ تہمت امام موصوف پر لگائی کہ انہوں نے خود خاص اس تاریخ میں اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے، حالانکہ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں، لہذا برادران اہل سنت کو اس رسم سے بہت دور رہنا چاہئے، نہ خود اس رسم کو بجالائیں اور نہ اس میں شرکت کریں‘‘ (فتاویٰ محمودیہ: ۳/۲۸۱، باب البدعات والرسومات)

ستائیسویں رجب کا روزہ

س: رجب کی ستائیسویں شب کو مخصوص عبادت کرنا اور دن میں روزہ رکھنا اس عقیدہ کے ساتھ کہ یہ مسنون ہے اور اس کا ثواب ہزار روزوں کے برابر ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

ج: رجب کا مہینہ حرمت والے چار مہینوں میں سے ایک ہے، لہذا اس حیثیت سے کہ یہ محترم مہینہ ہے، اس میں نفل نمازوں اور روزوں کا اہتمام مندوب و مستحب ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بھی رجب میں روزہ رکھنے کا تھا: ’’عثمان بن حکیم الانصاری قال سالت سعید بن جبیر عن صوم رجب ونحن یومئذ فی رجب، فقال سمعت ابن عباس رضی اللہ عنهما یقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یصوم حتی نقول لایفطر ویفطر حتی نقول لایصوم‘‘ (صحیح مسلم: ۱/۳۶۵) ’’وفی سنن ابی داؤد ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ندب الی الصوم من الاشهر الحرم ورجب احدها‘‘ (النووی علی مسلم: ۱/۳۶۵) لیکن کسی دن اور کسی رات کی تخصیص کے ساتھ کوئی مخصوص عمل چوں کہ صحیح احادیث سے ثابت نہیں ہے، اس لئے ۲۷؍رجب کو مسنون و ہزار روزہ کا اعتقاد رکھتے ہوئے تخصیص کے ساتھ روزہ رکھنے اور اس رات شب بیدار رہ کر مخصوص عبادت کا التزام درست نہیں ہے، ایسے عقیدہ کی اصلاح لازم و ضروری ہے، مفتی عزیز الرحمان صاحب عثمانیؒ مفتی دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں: ’’ستائیسویں رجب کے روزے کو جو عوام ہزارہ روزہ کہتے ہیں اور ہزار روزوں کے برابر اس کا ثواب سمجھتے ہیں اس کی کچھ اصل نہیں ہے‘‘ (فتاوی دارالعلوم دیوبند: ۶/۴۹۱) فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحبؒ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ’’عوام میں ۲۷؍رجب کے متعلق بہت بڑی فضیلت مشہور ہے، مگر وہ غلط ہے، اس فضیلت کا اعتقاد بھی غلط ہے، اس نیت سے روزہ رکھنا بھی غلط ہے: ’’ماثبت بالسنة وغیره‘‘ میں اس کی تفصیل موجود ہے‘‘ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۲۰۲) ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں: ’’اس شب میں نوافل خصوصی کا اہتمام کہیں ثابت نہیں، نہ کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے، نہ تابعین عظام رحمہم اللہ نے کیا، علامہ حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ تلمیذ شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے غنیۃ المستملی صفحہ ۴۱۱؍ میں علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بحرالرائق شرح کنز الدقائق: ۲/۵۶ میں علامہ طحطاوی نے مراقی الفلاح، صفحہ ۲۲؍ میں اس رواج پر نکیر فرمائی ہے اور اس کے متعلق جو فضائل نقل کرتے ہیں، ان کو رد کیا ہے‘‘ (فتاویٰ محمودیہ: ۳/۲۸۴)

ایام بیض کے روزے

س: ایام بیض کس تاریخ کو کہتے ہیں اور ان ایام کے روزوں کی فضیلت کیا ہے؟

ج: ’’ایام بیض‘‘ ہر مہینہ کی ۱۳/۱۴؍ اور ۱۵؍ تاریخ کو کہا جاتا ہے، ان ایام کے روزے مستحب ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ پابندی سے تین روزے رکھا کرتے تھے، امت کو بھی چاہئے کہ ان ایام کے روزے رکھے اور اس کی فضیلت کو حاصل کر کے دلوں کی پاکیزگی اور تقویٰ و طہارت کی نعمت حاصل کرے، حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو مہینے میں تین روزے رکھنے کا ارادہ کرے تو ۱۳/۱۴؍ اور ۱۵؍ تاریخ کا روزہ رکھ: (بقیہ صفحہ ۹؍ پر)

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب
پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 64/74 شمارہ نمبر 05 مورخہ ۱۷ ر رجب المرجب ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۹ رجنوری ۲۰۲۴ء روز سوموار

ہراک شکست دے گی تجھے حوصلہ نیا

۲۲ رجنوری ۲۰۲۴ء ہندوستانی تاریخ کا وہ کالا دن تھا، جس دن مرکزی اور ریاستی حکومت نے ملکی دھن اور حکومتی تنتر اور اقتدار کے سہارے اجودھیا میں رام للا کی پران پرتشٹھا'' کے نام پر گنگا جمنی تہذیب، سیکولر اقدار اور محبت کے ماحول کو نفرت کی بھینٹ چڑھا دیا، یوگی جی نے اس موقع سے فرمایا کہ لوگ کہتے تھے کہ مندر تعمیر ہونے پر خون کی ندی بہہ جائے گی، وہ دیکھ لیں مندر وہیں بنا ہے، جہاں ہم بنانا چاہتے تھے، وزیر اعظم نے کہا کہ لوگ کہتے تھے کہ رام مندر بنے گا تو آگ لگ جائے گی، ایسا کچھ نہیں ہوا، انہوں نے کہا کہ رام سب کے ہیں، تو پھر ہندو مذہب کے چاروں شنکراچاریہ، رام مندر تحریک کے صف اول کے رہنما لال کرشن اڈوانی، مرلی منوہر جوشی، ونے کٹیار، اوما بھارتی اور حزب اختلاف کی تمام جماعتوں نے اپنے کو اس تقریب سے کیوں دور رکھا، بات بالکل واضح ہے کہ ان حضرات نے اسے بھاجپا اور آر ایس ایس کا محض ایک کھیل سمجھا، جو ۲۰۲۴ء میں بھاجپا کو پھر سے اقتدار تک پہونچانے اور نریندر مودی کو پھر سے وزیر اعظم بنانے کے لیے کھیلا گیا ہے، مودی جی نے کہا کہ رام للا مندر کی تعمیر ہندوستانی سماج کے امن، صبر، باہمی خیر سگالی اور ہم آہنگی کی علامت ہے، وزیر اعظم نے بالکل صحیح کہا، لیکن یہ ہندوستانی سماج کے بجائے یک طرفہ مسلمانوں کے صبر، امن، باہمی خیر سگالی اور ہم آہنگی کی وجہ سے سارا کام پر امن ماحول میں ہوگیا، جس نے مسلم مخالف نعرے اور ہندوستان کو ہندو راشٹر بنانے کے لئے اکسانے اور اشتعال انگیز نعروں کے باوجود صبر، تحمل اور برداشت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا، وہ اپنے قائدین کے مشورے کے بموجب خاموشی سے یہ سارا تماشہ جھیل گیے اور ملک کی فضا کو پُر امن بنائے رکھنے میں اپنی مضبوط حصہ داری نبھائی، جبکہ فریق مخالف نے رام للا کی گھر واپسی کے نام پر پورے ملک میں جو طوفان بدتمیزی برپا کیا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، پروگرام کو پورے ہندوستان میں رواں دکھایا گیا اور لوگ جھومتے رہے، اس سے رام جی کی محبت دلوں میں پیدا ہوئی ہو یا نہیں، یہ تو اللہ جانے، لیکن آر ایس ایس اور بھاجپا کے ۲۰۲۴ء میں اقتدار پر قبضے کی بھر پور منصوبہ بندی ہوگئی اور مودی جی کی تقریر سے متھرا اور کاشی کی آگ اور بھڑ کنے کا اندیشہ پیدا ہوگیا، وزیر اعظم اشاروں میں بات کرنے کے عادی ہیں اور یہ اشارے ان کے بھگت اچھی طرح سمجھتے ہیں، وہ بہت برننگ ٹاپک پر بھی کم بولا کرتے ہیں، منی پور کا معاملہ آپ کے سامنے ہے، پارلیامنٹ کا سارا وقت برباد ہوا اور وہ چپی سادھے رہے، مودی جی نے اس پوجا کے ججمان بننے کے لیے گیارہ دن کا اُپواس رکھا، صرف ناریل پانی پر گذارا کرتے رہے، مندر مندر جا کر پوجا ارچنا کی، تقریب میں رام للا کو اپنی جگہ پر پہونچانے اور آنکھوں کی پٹی کھولنے کے وقت یوں تو آدتیہ ناتھ یوگی، آر ایس ایس کے سنچالک موہن بھاگوت، اتر پردیش کی گورنر آنندی بین اور ایک پنڈت بھی تھے، لیکن ایسا لگتا تھا کہ یہ ''ون مین شو'' ہے جو نریندر مودی پر مرکوز ہے، بقیہ لوگ صرف اس موقع کے چشم دید گواہ ہیں، اس موقع سے ایک بڑا جلسہ بھی ہوا، اور بڑی شخصیات نے اس میں خطاب کیا، تذکرہ اس موقع سے رام للا سے زیادہ مودی جی کا ہوا، البتہ یہ بات صحیح کے مودی جی نے اپنی مختصر تقریر میں ایک سو چودہ (۱۱۴) بار رام اور رام للا کا ذکر کیا۔ انہوں نے اس پورے پروگرام میں اپنے کو سادھو سنتوں کی طرح پیش کیا اور ہندو راشٹر کی علامت اپنے کو بنا لیا۔ ایسے میں ہندوستان کا گودی میڈیا کب خاموش رہنے والا تھا، اس نے کئی کئی گھنٹے اس تقریب کی رواں نشریہ کا انتظام کیا اور پل پل کی خبریں اس طرح پہونچائیں، جیسے پورا ملک ہندو راشٹر میں تبدیل ہو چکا ہے، اور کیا ہندو اور کیا مسلمان سب اس تقریب میں شریک ہیں، آر ایس ایس اور موہن بھاگوت کے منظور نظر عمر الیاسی کی اونچی ٹوپی گودی میڈیا کی توجہ کا خاص مرکز رہی، اور کیمرہ گھوم پھر کر اس پر ڈالا جاتا تھا تاکہ دنیا کو بتایا جائے کہ مسلمان کو بھی اس تقریب سے مسرت ہے، بابری مسجد کا مقدمہ پوری زندگی لڑنے والے ہاشم انصاری کے بیٹے اقبال انصاری بھی اس مہم میں شریک تھے اور بھول گیے تھے کہ ان کے والد نے مرتے وقت انہیں وصیت کی تھی، جو تصویر میڈیا دیکھا رہا تھا مسلمانوں کی حالت اس کے برعکس تھی، وہ خون کے آنسو پی کر امن اور سکون سے رہے بھی اور دوسروں کو رکھا بھی، اگر یہ یک طرفہ تحمل نہیں ہوتا تو اس موقع پر سب کچھ جل کر خاکستر ہو جاتا اور لاشوں کا شمار ممکن نہیں ہوتا۔

اس پروگرام کی بڑی حد تک صحیح تصویر غیر ملکی اخبارات نے پیش کی، اور عنوانات اور سرخیوں کے ذریعہ لوگوں کو بتایا کہ حقیقت کیا ہے، برطانوی اخبار گارجین نے لکھا، مودی نے بھارت میں منہدم مسجد کی جگہ ہندو مندر کا افتتاح کیا، بی بی سی کے ویب سائٹ پر سرخی لگائی گئی کہ ''بھارتی وزیر اعظم مودی نے مسمار کی گئی بابری مسجد کے مقام پر ہندو مندر کا افتتاح کیا'' رائٹر نے لکھا کہ ''اسے ہندوستان میں ہندو بیداری کے طور پر دیکھا جا رہا ہے''۔ رام للا کی جو مورتی مندر میں نصب کی گئی ہے اس کی سناتن دھرم کے مطابق کئی بار پوجا کی گئی، سینکڑوں گھڑے پانی سے غسل دیا گیا، پالکی پر رکھ کر انہیں پورے مندر میں گھمایا گیا، بقول پنڈتوں کے انہوں نے پورے مندر احاطہ کا ''بھرمن'' کیا، اور اس کے بعد صرف چوراسی (۸۴) سکنڈ میں منتروں کے بیچ انہیں متعینہ جگہ پر نصب کر دیا گیا، رام للا کی یہ مورتی سوئے گی بھی جاگے گی بھی، کھائے گی بھی، بھوگ اسی کے لیے لگایا جاتا ہے، یہ دوپہر میں آرام کرے گی، رات میں دس بجے کے بعد پھر سوئے گی، اس پورے کام کو متعینہ وقت پر انجام دلانے کے لیے ان کی چھ بار آرتی اتاری جائے گی، جس میں ایک صبح ان کو جگانے، دوسری انہیں آرام پر جانے، تیسری ان کو رات میں سونے کا وقت بتانے کے لیے کیا جائے گا۔ ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق ''پران پرتشٹھا'' سے مورتی کے اندر جان پڑ گئی ہے، لیکن ان کو روزمرہ کے معمول یاد دلانے کے لیے بار بار ان کی آرتی اتاری جائے گی اور ان کے آرام میں کوئی خلل واقع نہ ہو اس کے لیے رام للا کے درشن کو دن میں ڈیڑھ گھنٹے اور دس بجے کے بعد سے صبح تک روک دیا جائے گا۔ گوا بھی معتقدوں کی بھیڑ کی وجہ سے دن کے آرام کے وقفہ کو ختم کر دیا گیا ہے، جب تک بھیڑ رہے گی، دن میں وہ آرام نہیں کر سکیں گے، اللہ نے کتنی پیاری بات کہی ہے، ضعف الطالب والمطلوب۔

تاریخ کے آنکھوں نے یہ دیکھ لیا کہ بابری مسجد توڑ کر اس کی جگہ مندر بنا دی گئی ہے اور اس بے انصافی کا جشن پورے ہندوستان میں اکثریتی طبقہ نے پورے جوش وخروش سے منایا، رات میں دیوالی منائی گئی، پٹنہ میں ڈاک بنگلہ چوراہے سے بودھی پارک تک پچپن ہزار دیے جلائے گیے، یہ صرف ایک چوراہے کا حال ہے، پورے ملک میں جو پٹاخے پھوڑے گیے، آتش بازی ہوئی، اس کا شمار ممکن نہیں ہے، سڑکوں کی آمد ورفت کو جس طرح بند کیا گیا، لوگ ہنومان مندر پٹنہ سے گاندھی میدان تک پیدل مارچ کرنے کو مجبور ہوئے، یہ رام کا پیغام بالکل نہیں تھا، جس ملک میں عام جگہوں پر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے، کئی کو ایسا کرنے پر قید وبند کی صعوبت جھیلنی پڑی ہے، اس ملک میں ایک مذہبی تقریب کے لیے سڑکیں بند کر دی گئی ہوں، تیز آواز میں ڈی جے، پٹاخے، آتش بازیاں اور چراغاں فضائی آلودگی میں اضافہ کرکے خطرناک حد تک پہونچا دے رہے ہوں، جہاں سانس لینا مشکل ہو رہا ہو کیا اسے رام کا پیغام کہا جا سکتا ہے، یقیناً نہیں، خوشیاں ضرور منائیے، لیکن عام انسانوں کو تو پریشانی میں مت ڈالیے، رام جی نے اپنی پہلی تقریر میں کہا تھا ''پرہت سرس دھرم ناہیں بھائی، پر پیہار سم نہیں ادھمائی''، یعنی دوسروں کی بھلائی کے برابر کوئی مذہب نہیں ہے اور دوسروں کو دکھ پہونچانے کے برابر کوئی نیچا پاپ نہیں ہے، کیا رام مندر بنانے والوں نے رام جی کے اس اپدیش کا ذرا بھی خیال رکھا، انہوں نے کہا تھا کہ ابُو ن اینتی کچھ بھاشیوں بھائی، تو موہی برجو بھیسرائی''، اگر میں کچھ غلط کی بات کروں تو ڈر خوف بھلا کر مجھے روک دینا، کیا ایسا ہے، ہندوستان میں رام جی کے معتقدین کا بڑا طبقہ ڈر اور خوف پھیلانے میں لگا ہوا ہے، اور اپنے موقف کے خلاف عدل وانصاف کی بات بھی سننا اسے گوارہ نہیں ہے۔ یقیناً رام مندر کی تعمیر ہمارے بازی ہار جانے کی علامت ہے، بازی تو ہم اس وقت بھی ہار گیے تھے، جب بابری مسجد کا دروازہ پوجا کے لیے کھول دیا گیا تھا، اس وقت بھی ہارے تھے جب رات کی تاریکی میں مورتیاں وہاں رکھ دی گئی تھی، بازی ہارنے کا ایک موقع وہ بھی تھا جب پنج وقتہ نمازوں پر وہاں روک لگا دی گئی تھی، ہمیں شکست کا احساس اس وقت بھی ہوا تھا، جب فرقہ پرستوں کے مشتعل کارسیوکوں نے حکومت کے تحفظ کی ذمہ داری اور عدالت کی یقین دہانی پر تیشہ چلا کر بابری مسجد کو توڑ دیا تھا، ہمیں اپنی بے کسی کا اندازہ اس وقت بھی ہوا تھا جب نرسمہا راؤ کی سرکار میں عارضی مندر کی دیواریں اٹھا دی گئی تھیں اور رام للا کو درشن کے لیے ٹینٹ میں براجمان کر دیا گیا تھا، اس تمام شکست وریخت کے درمیان تھوڑی امید اس وقت بندھی تھی جب ۱۹۹۱ء میں یہ قانون پاس ہوا تھا کہ تمام عبادت گاہیں ۱۹۴۷ء میں جس پوزیشن میں تھیں رہیں گی اور اس پر کسی کا کوئی دعویٰ کبھی بھی قبول نہیں کیا جائے گا، لیکن یہ بھرم بھی ہمارا جاتا رہا جب عدالت نے گیان واپی مسجد اور متھرا کی عیدگاہ کے مقدمہ کو سماعت کے لیے قبول کر لیا اور لوہے کے فوارہ کو شیو لنگ بتانے میں سروے کنندہ کو دیر نہیں لگی، بابری مسجد تاریخ کے اوراق میں سما گئی اور اب متھرا کاشی کا نمبر ہے، اگر مودی جی ۲۰۲۴ء میں آگیے تو ۲۰۲۹ء کے انتخاب کے لیے اگر ہندو راشٹر کا اعلان نہیں بھی ہوا تو متھرا کاشی کی ضرورت انہیں پڑے گی اور وہ اس کو موقع بموقع زندہ کرتے رہیں گے، انہوں نے انتخاب میں مسلم خواتین کو متوجہ کرنے کے لیے تین طلاق کو غیر قانونی قرار دلوایا تھا اور اسے موجب سزا تسلیم کیا گیا تھا، لیکن مسلم خواتین ان کے اس جھانسے میں نہیں آسکیں، آج عدالتوں میں جا کر دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ تین طلاق کا کیس وہاں موجود نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلم عورتیں خوب اچھی طرح جانتی ہیں کہ جس کام کو اللہ، رسول نے حرام قرار دیا ہے وہ کسی کے بھی کہنے اور کرنے سے حلال نہیں ہوسکتا، اس لیے عدالت کے فیصلے اور حکومت کے قوانین بھی عورتوں کو مودی جی کا ہم نوا نہیں بنا سکے، بلکہ مسلم عورتوں نے اسے دین میں مداخلت سے تعبیر کیا اور لاکھوں کی تعداد میں مسلم خواتین نے ہندوستان کے ہر خطے میں اپنا احتجاج درج کرایا، سی اے اے، این آر سی اور این پی آر میں بھی ہم اپنے کو ٹھگا ہوا محسوس کرتے رہے، لیکن حالات کے ان تمام نازک موڑ پر ہم نے بازی تو ہاری، بلکہ بار بار ہاری، لیکن ہم نے حوصلے نہیں ہارے، ہم نے یقیناً اپنے حوصلوں کی اڑان دنیا کو نہیں دکھائی ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمارے حوصلے پست ہو گیے ہیں اور ہم نے حوصلہ ہار دیا ہے، ایسا بالکل نہیں ہے، ہم خوب جانتے ہیں کہ تاریخ اپنے کو دہراتی ہے، ہم نے تاریخ کو دہرانے کا عمل نادر خان کے حملے کے وقت بھی دیکھا اور تاتاریوں کی نسل کشی کے وقت بھی، تاریخ نے ترکی میں خود کو دہرایا تو ایا صوفیا گرجا گھر پھر سے مسجد بن گئی، ہم پورے حوصلے کے ساتھ اس دن کا انتظار کریں گے، جب پھر سے اللہ کی کبریائی کی آواز گونجے گی، ابھی تو یہ خیال معلوم ہوتا ہے اور اسے ''دیوانے کی بڑ'' یا پھر ''ایں خیال است ومحال است وجنوں'' کہہ کر دامن جھاڑ لیا جا سکتا ہے، لیکن جن کا یقین **تلک الایام نداولها بین الناس، ان الله علی کل شئی قدیر اور لعل الله یحدث بعد ذالک امرا** زمانہ کے الٹ پھیر کے الٰہی نظام اس کی قدرت اور ہر شر سے خیر نکلنے پر ہے اور وہ نوشتہ دیوار پڑھنے کا ہنر جانتے ہیں وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے اور دنیا وامید ہی پر قائم ہے۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ :مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مفتی مظفر عالم قاسمیؒ

مدرسہ عالیہ قاضی پورہ ممبئی اور انجمن اہل سنت والجماعت کے بانی مدرسہ تعلیم الدین برار سیتامڑھی کے بانی وسابق ناظم ، دار العلوم امدادیہ اور انجمن اسلام احمد سیلر اسکول ممبئی کے سابق استاذ ، حج کمیٹی آف انڈیا کے رکن ،معروف عالم دین اور بافیض شخصیت ،مولانا مفتی مظفر عالم قاسمی کا ممبرا ممبئی کے کالیسکر اسپتال میں ۱۴ار جنوری ۲۰۲۴ءمطابق ۲ ر رجب بروز اتوار انتقال ہوگیا، جنازہ کی نماز بعد نماز عشاء سورتی محلہ مسجد ممبئی کے امام قاری وقار صاحب نے پڑھائی اور ناریل واری قبرستان ممبئی میں تدفین عمل میں آئی ، پس ماندگان میں ۴ رلڑکے ۲ رلڑکیاں اور پوتے پوتی ،نواسہ، نواسی اور ہزاروں شاگرد اور مستفیدین کو چھوڑا، ایک لڑکی مشہور صحافی مولانا نور اللہ جاوید یو این آئی کولکاتہ کے نکاح میں ہے ۔اہلیہ ایک دہائی قبل ہی رخصت ہو چکی تھیں۔

مولانا مظفر عالم بن مولانا عزیز الرحمٰن بن شیخ صمدانی بن شیخ نواب علی کی ولادت اپنی نانی ہال مہیش استھان اورائی میں ۱۵ار رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۱ر نومبر ۱۹۴۱ءکو ہوئی ،ان کے نانا کا نام ماجد بخش تھا جو علیم اللہ ٹھیکیدار کے چچازاد بھائی تھے،عہد طفلی کے چار سال یہیں گذرے، پھر اپنی دادیہال موضع برار،کوئیلی ضلع سیتامڑھی چلے آئے، یہاں کے سرکاری مکتب میں چار سال ابتدائی تعلیم پائی ،ان کے بڑے چچا جنہیں ہمارے علاقہ میں ”بڑے ابا“ کہا جاتا ہے کی طلب پر ۱۹۵۰ء میں ممبئی چلے گیے اور ممبئی کی مشہور دینی درسگاہ دار العلوم امدادیہ میں داخلہ لیا اور سات سال تک یہاں زیر درس رہے، یہاں انہوں نے حافظ شمس الحق اعظمی ،مولانا عبد المنان پٹھان پیشاوری، مولانا عباس علی بستوی اور اپنے بڑے ابا مولانا عبد العزیز صاحب(م۱۹۶۷ء) عرف بڑے مولانا (رحمہم اللہ) سے کسب فیض کیا،مولانا عبد العزیز صاحب ان دنوں دار العلوم امدادیہ کے صدر مدرس تھے، وہاں سے اعلیٰ تعلیم کے لیے دار العلوم دیو بند کے لیے سفر باندھا اور عربی ششم میں داخلہ لے کر تین سال میں دورۂ حدیث مکمل کرکے سند فراغت حاصل کی ،مولانا نے جن اکابر اساتذہ کے سامنے دیو بند میں زانوے تلمذ تہہ کیا، ان میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب، مولانا فخر الدین احمد مراد آبادی، مولانا مبارک علی ،مولانا مفتی مہدی حسن ،علامہ محمد ابراہیم بلیاوی،مولانا فخر الحسن ،مولانا ظہور احمد،مولانا بشیر احمد خان،مولانا عبد الجلیل ،مولانا اختر حسین ،مولانا عبد الاحد،مولانا معراج الحق ،مولانا نصیر احمد خان،مولانا محمد حسین بہاری (رحمہم اللہ) کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

فراغت کے بعد ۱۹۶۰ء میں خالہ کی لڑکی سے نکاح ہوا، نکاح خواں مولانا کے بڑے ابا مولانا عبد العزیز صاحب تھے، تدریسی زندگی کا آغاز مادر علمی دار العلوم امدادیہ سے کیا، سات سال تک یہاں استاذ رہے اور عربی کی ابتدائی کتابوں سے بخاری شریف تک کا درس اس درمیان ان سے متعلق ہوا، فجر اور عشا کی نماز کے بعد ممبئی کی کمائی پورہ کی تیسری گلی والی مسجد میں بھی تعلیم دیا کرتے تھے۔ ۱۹۶۸ء سے ۱۹۷۳ء تک کا زمانہ قلابہ بازار ممبئی ۔۵رکی مسجد میں امام وخطیب کی حیثیت سے گذارا۔۱۹۷۳ء میں سوٹ کیس میٹیریل سپلائی کی تجارت شروع کی، ۱۹۸۰ء سے ۲۰۰۰ءتک انجمن اسلام احمد سیلر ہائی اسکول ناگپاڑہ ممبئی میں معلم کی حیثیت سے کام کرتے رہے،۱۹۸۰ء سے ۲۰۱۸ءتک چوک محلہ مسجد میں جمعہ کی خطابت وامامت بھی آپ کے سپرد رہی ،۱۹۷۴ء میں جامعہ تعلیم الدین کے نام سے اپنے گاؤں میں ایک مدرسہ درسگاہ تعلیم الدین کے نام سے قائم کیا تھا، جو پہلے مدرسہ اور اب جامعہ کے نام سے جانا جاتا ہے، جو لفظ ہی کی حد تک جامعہ ہے۔

مولانا مرحوم پختہ اور منجھے ہوئے خطیب تھے، امامت وخطابت کی ذمہ داریوں نے ان کی اس صلاحیت کو خصوصیت سے صیقل کر دیا تھا، ان کی تقریر میں بہت گھن گرج تو نہیں تھا اور نہ ہی وہ زیادہ جسمانی حرکات وسکنات (باڈی لنگویج) سے کام لیتے تھے،اس کے باوجود وہ اپنی بات سلیقہ سے لوگوں کو سمجھانے پر قادر تھے،اور وہ ”از دل خیزد بر دل ریزد“ ہوا کرتی تھی، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں تصنیف وتالیف کا بھی ملکہ عطا فرمایا تھا، وہ اپنی متنوع مشغولیات کی وجہ سے اس میدان میں بہت کام تو نہیں کر سکے، لیکن جو لکھا مسلمانوں کے عام ضرورت کی چیز ہے۔ان کی مشہور تصانیف میں اذان واقامت ، آئینہ نکاح، آدھا دین، آداب زندگی، تعلیم السنۃ ، پردہ سنٹر اور چند رسائل قابل ذکر ہیں۔

مولانا مرحوم سے میرے تعلقات قدیم مضبوط اور مستحکم تھے، میری ملاقات موضع برار ضلع سیتامڑھی، کولکاتہ اور ممبئی ہر سہ جگہ ہوئی تھی، کولکاتہ میں ان کے داماد مولانا نور اللہ جاوید قیام پذیر ہیں اس تعلق سے ان کا آنا جانا ہوتا تھا اور میری حاضری تینوں جگہ جلسہ کے حوالہ سے ہوتی تھی، میں نے مولانا کو ہر مجلس میں باوقار، مہمان نواز اور محبت وشفقت کرنے والا پایا، ممبئی کی چکا چوند والی زندگی نے انہیں کبھی بھی عالمانہ وقار اور داعیانہ کردار سے دور نہیں کیا، وہ باجماعت نمازوں کے پابند تھے، اور گھر کے چھوٹے بچوں کو بھ اس میں شریک کیا کرتے تھے، کہنے والے کہتے ہیں کہ شمالی بہار کے باشندوں کی جو بڑی تعداد ممبئی میں سکونت پذیر ہے، اور تنظیمیں کام کر رہی ہیں، ان کو بسانے ، وقار بخشنے اور ان کی دنیاوی اور دینی ضرورتو کی تکمیل میں مولانا عبد العزیزؒ اور ان کے خانوادے کا بڑا ہاتھ رہا ہے، یہ خاندان آج بھی ممبئی میں مولانا کی دینی جدوجہد کو روشن وتابندہ رکھے ہوئے ہے۔

اللہ رب العزت مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائے ۔پس ماندگان کو صبر جمیل دے ۔رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

کتابوں کی دنیا : ایڈیٹر کے قلم سے (تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

علامہ محمد انور شاہ کشمیری اور عربی زبان وادب

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری کا نام آتے ہی ان کی علمی عبقریت وعظمت، احادیث پر ان کی خدمات ، تحقیق کے میدان میں ان کی بے مثال مساعی اور ان کے غیر معمولی حافظہ کے احوال وواقعات پڑھ اور سن کر دل ودماغ سرنگوں ہو جاتے ہیں، اور احساس ہوتا ہے کہ دار العلوم دیو بند نے کیسی کیسی علمی شخصیات کو پیدا کیا اور انہوں نے کس قدر علمی، ملی، دینی کاموں میں جفا کشی کی اور کیسے کیسے گہر آبدار ہم پیچھے آنے والوں کے لیے چھوڑا، واقعہ یہ ہے کہ حضرت کشمیریؒ کی ذات اقدس اپنے وقت میں مرجع علماء تھیں اور اب ان کی کتابیں مرجع کے طور پر استعمال ہو رہی ہیں، صحیح اور سچی بات یہ ہے کہ ان کی شخصیت کثیر الجہات تھی اور ان کے علم وتحقیق کا دائرہ تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد، تاریخ عربی ادب، لغت اور تصوف تک وسیع تھا، ہر صنف میں ان کی خدمات وقیع ہیں، اسی لیے پوری مسلم دنیا ان کی عظمت کے سامنے سر جھکاتی ہے۔

عربی زبان وادب میں بھی ان کی خدمات وقیع ہیں، ان کی اکثر بیشتر تصنیفات وتالیفات کی زبان عربی ہے، ان کی یہ خدمت حدیث کے مقابلہ دب سی گئی ہے اور سوانح نگاروں کی توجہ اس طرف ذرا کم ہوئی، عربی میں مولانا یوسف بنوری کی عربی سوانح نفحہ العنبر فی حیاۃ امام العصر الشیخ انور میں ان کی عربی زباندانی اور اس فن میں ان کی مہارت کا ذکر ذرا تفصیل سے آیا ہے، بقیہ مولانا عبد الرحمٰن کونڈوکی الانور، مولانا ازہر شاہ قیصر کی حیات انور، مولانا انظر شاہ صاحب کی نقش دوام اور بہت سارے مضامین ومقالات میں عربی ادب کے حوالہ سے ان کی خدمات کے ذکر سے محققین سرسری گذر گیے ہیں۔اس سلسلے میں ایک اہم کتاب ڈاکٹر عبد المالک مظفر خان کی العلامہ انور شاہ کشمیری حیاتہ وشعرہ ہے جو بلا واسطہ اس موضوع سے متعلق ہے، مولانا محمد نافع عارفی کی یہ کتاب اردو میں مولانا کی عربی ادب کی خدمات کا تفصیلی، تحقیقی اور تجزیاتی مطالعہ ہے، جو تحقیق کے نئے زاویے اور عصری جہتوں کو سامنے رکھ کر لکھا گیا ہے۔اور میرے مطالعہ کی حد تک اس موضوع پر پہلی کتاب ہے۔

ابو حمزہ محمد نافع عارفی بن حضرت مولانا محمد سعد اللہ صدیقی بن حضرت مولانا عبد الرحمٰن ہر سنگھ پوریؒ ایک علمی خانوادے کے چشم وچراغ ہیں، علم وصلاح ان کا خاندانی ورثہ ہے ، تصوف کے حوالہ سے بھی اس خاندان کی بڑی خدمات رہی ہیں، مولانا نافع عارفی نے مدرسہ رحمانیہ سوپول ، جامع العلوم مظفر پور، دار العلوم دیو بند اور المعہد العالی الاسلامی حیدر آباد سے علمی اکتساب کیا ہے اور تحقیق وفتاویٰ کے رموز سیکھے ہیں، پھر اس صلاحیت کو صیقل کرنے کے لیے مدرسہ عبد اللہ بن مسعود حیدر آباد ، مدرسہ چشمہ فیض ململ، دار العلوم سبیل الفلاح جالے، معہد الولی الاسلامی ہرسنگھ پور میں پڑھایا بھی ہے، ان کی دس کتابیں اسلام کا نظام زراعت، کتابت وحی اور کاتبین، مذہبی رواداری اور اسوۂ نبوی، حیات عارف، الحدیقۃ العربیۃ (۲ حصے) نخبۃ دروس اللغۃ العربیۃ ، الزہرۃ العربیۃ ،عربی زبان وادب کی تاریخ، تسہیل القواعد اور زاہیۃ الادب، تصیف ، تالیف، تحقیق اور ترتیب کے طور پر سامنے آچکی ہیں، یا آنے والی ہیں، جس سے ان کی صلاحیت اور اردو عربی زبان میں تصنیفی قدرت کا پتہ چلتا ہے، بدقسمتی سے زیر تبصرہ کتاب کے علاوہ ان کی کوئی دوسری کتاب میری نظر سے نہیں گذری، قصور اپنی طلب اور نظر کا ہی ہے۔

تین سو چھ صفحات کی یہ کتاب اردو ڈائرکٹوریٹ محکمہ کابینہ سکریٹریٹ حکومت بہار کے جزوی مالی تعاون سے اشاعت پذیر ہوئی ہے، کمپوزنگ ابونصر ہاشم ندوی اور ناشر کتب خانہ نعیمیہ دیو بند سہارن پور ہے، جب قیمت کتاب پر درج نہ ہو تو مفت ملنے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں، ملنے کے چار عدد پتے درج ہیں، آپ حیدر آباد میں المعہد العالی الاسلامی ، دربھنگہ میں معہد الولی الاسلامی ہرسنگھ پور، پھلواری شریف میں ابو الکلام ریسرچ فاؤنڈیشن اور دیو بند میں کتب خانہ نعیمیہ سے یہ کتاب حاصل کر سکتے ہیں، البتہ ان جگہوں سے لینے پر مفت ملنے کی ضمانت نہیں دی جا سکتی ۔ کتاب کا انتساب دار العلوم دیو بند، والدین اور عاشقان جمال انور کے نام ہے جو مصنف کے عقیدت وتعلق کا مظہر ہے، کتاب کا پیش لفظ حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ، دامت برکاتہم نے لکھا ہے، مولانا انیس الرحمٰن قاسمی سابق ناظم امارت شرعیہ کی تقریظ اور مولانا ڈاکٹر شکیل احمد قاسمی کی کلمات تحسین ہے، ڈاکٹر شکیل احمد قاسمی کے نام کی پٹی فہرست میں بعد میں چپکائی گئی ہے، اس سے لگتا ہے کہ یہ جگہ مولانا نسیم اختر شاہ قیصرؒ کے لیے مختص تھی، لیکن یا تو ان کی تحریر نہیں مل سکی، یا وہ لکھنے کے پہلے ہی راہیٔ آخرت ہو گیے، اس راز کا پتہ مولانا نافع عارفی کے مقدمہ سے چلتا ہے، جس میں انہوں نے اظہار تشکر میں مولانا نسیم اختر شاہ قیصر کے نام ذکر کیا ہے، اور ڈاکٹر شکیل قاسمی کا تذکرہ رہ گیا ہے، میں نے چشمہ اوپر نیچے کرکے بار بار فہرست اور کتاب میں ان کا نام اور ان کی تحریر تلاشنے کی کوشش کی ، لیکن ناکام رہا، پھر ساری قلعی فہرست مضامین کی پٹی اور عنوان کی تبدیلی ”کلمات تحسین“ نے کھول دیا، اگر مقدمہ سے اسے ہٹا دیا جاتا تو یہ تسامح نہیں ہوتا۔ بے اختیار علامہ اقبال کے دور قدیم کی ایک غزل کا ایک شعر یاد آ گیا ، جو داغ اسکول کی نمائندگی کرتا ہے۔

تمہارے ”پیامی“ نے سب راز کھولا ☆☆☆ خطا اس میں بندے کی سرکار کیا تھی

کتاب کا پہلا باب دار العلوم دیو بند کی علمی خدمات کی تحقیق اور ابناء دار العلوم کی مختلف موضوعات واصناف پر ان کی تصنیفی فہرست پر مبنی ہے، اس میں تحقیق بھی ہے اور تاریخ بھی ، یہ فہرست مختصر ہے، لیکن اجمالی واقفیت کے لیے مفید مطلب ہے، (بقیہ صفحہ:۱۴ر پر)

Scanned with CamScanner

حکایات اہل دل

مولانا رضوان احمد ندوی

محبت میں رابعہ بصریہؒ کا غلبۂ حال: رابعہ بصریہؒ ایک ہاتھ میں پانی اوردوسرے میں آگ لیکر کہیں جارہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ آگ سے میں جنت جلاؤں گی اور پانی سے میں جہنم کو بجھاؤں گی تا کہ لوگ جنت اور جہنم کے لئے عبادت نہ کریں، یہ رابعہ بصریہؒ کے غلبۂ حال کا واقعہ ہے، حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں: کہ اگر رابعہ بیچاری بھید سے واقف ہوتی تو وہ ایسا کام نہ کرتی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ خود جنت کی طرف بلا رہے ہیں ''و الله يدعوا إلىٰ دار السلام'' اور جس کی طرف اللہ بلائیں اس کی طرف جانا عین منشائے خداوندی ہوتا ہے۔ اللہ والوں کی محبت الٰہی کے غلبہ میں ایسی باتیں کرجانا یہ محبت کی وجہ سے ہوتا ہے۔(سکون دل، ص:۲۱۶)

بندگی سے ہمیں تو مطلب ہے　　ہم ثواب وعذاب کیا جانیں

جدھر مولیٰ ادھر شاہ دولہ: ایک بزرگ گذرے ہیں شاہ دولہ، ان کی بستی کے قریب ایک بند باندھا ہوا تھا، سیلاب آتا لبستی کے ڈوبنے کا خطرہ ہوتا، اس لئے لوگوں نے بندھ باندھ دیا، ایک دفعہ پانی بہت زیادہ آگیا، اور ایک جگہ ڈر ہوا کہ کہیں بند ٹوٹ نہ جائے، لہٰذا لوگ ان کے پاس گئے کہ جی دعا کریں کہ کہیں بند ٹوٹ نہ جائے، وہ اپنا کدال لے کرآئے اور اس جگہ کو دیکھا جہاں سے ٹوٹنے کا خطرہ تھا اور اس کو کھودنا شروع کردیا، لوگ حیران کہ حضرت ہم تو آپ کو اس لئے لائے ہیں کہ بند ٹوٹے نا آپ الٹا کھودرہے ہیں، کہنے لگے: ''جدھر مولیٰ ادھر شاہ دولہ'' اگر میرے رب کو توڑنا منظور ہے تو میں خود ہی کیوں نہ توڑوں؟ تو ان کی یہ عاجزی اللہ کو پسند آگئی اور پانی گھٹنا شروع ہوگیا، سیلاب جہاں سے آیا تھا وہین واپس ہوگیا، اللہ والے سراپا تسلیم ورضا ہوتے ہیں۔(دوائے دل، ص:۱۰۴)

تیرا غم بھی مجھ کو عزیز ہے　　کہ وہ تیری دی ہوئی

شیخ شبلیؒ محبت ومعرفت کی دکان میں: شیخ شبلیؒ حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں پہنچے تو کہا کہ حضرت آپ کے پاس باطنی نعمت ہے، آپ یہ نعمت عطا کریں، چاہے اس کو مفت دیں یا چاہیں تو قیمت طلب کریں، حضرت نے فرمایا کہ قیمت مانگیں تو تم دے نہیں سکو گے اور اگر مفت دیں تو تمہیں اس کی قدر نہیں ہوگی، انہوں نے کہا پھر آپ جو فرمائیں میں وہی کرنے کے لئے تیار ہوں، حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ یہاں کچھ عرصہ رہو، جب ہم دل کے آئینے کو صاف پائیں گے تو یہ نعمت القاوعطا کردیں گے، کئی ماہ کے بعد حضرت نے پوچھا کہ تم کیا کرتے ہو، عرض کیا فلاں علاقے کا گورنر رہا ہوں، فرمایا اچھا جاؤ بغداد شہر میں گندھک کی دکان بناؤ، گورنر صاحب نے شہر میں گندھک کی دکان بنالی، ایک تو گندھک کی بدبو اور دوسرے خریدنے والے عامۃ الناس کی بحث وتکرار سے گورنر صاحب کی طبیعت بہت بیزار ہوتی، چارونا چار ایک سال گزرا تو حضرت کی خدمت میں عرض کیا حضرت ایک سال کی مدت پوری ہوگئی ہے، حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا اچھا تم دن گنتے رہے ہو، جاؤ ایک سال دکان اور چلاؤ، اب تو دماغ ایسا صاف ہوا کہ دکان کرتے کرتے سال سے زیادہ عرصہ گذر گیا مگر وقت کا حساب نہ رکھا، ایک دن حضرت نے فرمایا گورنر صاحب آپ کا دوسرا سال مکمل ہوگیا، عرض کیا پتہ نہیں، حضرت نے کشکول ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ جاؤ بغداد شہر میں بھیک مانگو، گورنر صاحب حیران رہ گئے، حضرت نے فرمایا اگر نعمت کے طلبگار ہو تو حکم کی تعمیل کرو ورنہ جس راستے سے آئے ہو ادھر سے واپس چلے جاؤ، گورنر صاحب نے فوراً کشکول ہاتھ میں پکڑا اور بغداد شہر میں چلے گئے، چندلوگوں کو ایک جگہ دیکھا اور ہاتھ آگے بڑھایا کہ اللہ کے نام پر کچھ دے دو، انہوں نے چہرہ دیکھا تو فقیر کا چہرہ لگتا ہی نہیں تھا، لہٰذا انہوں نے کہا کام چور شرم نہیں آتی، مانگتے ہوئے، جاؤ محنت ومزدوری کر کے کھاؤ، گورنر صاحب نے جلی کٹی سن کر غصے کا گھونٹ پیا اور قہر درویش برجان درویش والا معاملہ، عجیب بات تو یہ تھی کہ پورا سال دریوزہ گری کرتے رہے، کسی نے کچھ نہ دیا، ہر ایک نے جھڑکیاں دیں، یہ باطنی اصلاح کا طریقہ تھا، حضرت جنید بغدادیؒ گورنر صاحب کے دل سے عجب اور تکبر نکالنا چاہتے تھے، چنانچہ ایک سال مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلا کر گورنر صاحب کے دل میں یہ بات اتر گئی کہ میری کوئی وقعت نہیں اور مانگنا ہو تو مخلوق کے بجائے خالق سے مانگنا چاہئے، پورا سال اسی کام میں گذر گیا۔

ایک دن حضرت جنید بغدادیؒ نے بلا کر کہا کہ گورنر صاحب آپ کا نام کیا ہے؟ عرض کیا شبلی، فرمایا: اچھا اب آپ ہماری محفل میں بیٹھا کریں، گویا تین سال کے مجاہدے کے بعد اپنی مجلس میں بیٹھنے کی اجازت دی، مگر شبلیؒ کے دل کا برتن پہلے ہی صاف ہو چکا تھا، اب حضرت کی ایک ایک بات سے سینے میں نور بھرتا گیا اور آنکھیں بصیرت سے مالا مال ہوتی ہوگئیں، چند ماہ کے اندر احوال وکیفیات میں ایسی تبدیلی آئی کہ دل محبت الٰہی سے لبریز ہوگیا، بالآخر حضرت جنید بغدادیؒ نے ایک دن بلایا اور فرمایا: کہ شبلی آپ نہاوند کے علاقے کے گورنر رہے ہیں، آپ نے کسی پر زیادتی کی ہوگی، کسی کا حق دبایا ہوگا۔

آپ ایک فہرست مرتب کریں کہ کسی کا حق آپ نے پامال کیا، آپ نے فہرست بنانا شروع کیا، حضرت کی توجہات تھیں، چنانچہ تین دن میں کئی صفحات پر مشتمل طویل فہرست تیار ہوگئی، حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ باطن کی نسبت اس وقت تک نصیب نہیں ہوسکتی جب تک کہ معاملات میں صفائی نہ ہو، جاؤ، ان لوگوں سے حق معاف کرواکے آؤ، چنانچہ آپ نہاوند تشریف لے گئے اور ایک ایک آدمی سے معافی مانگی، بعض نے تو جلد معاف کردیا، بعض نے کہا کہ تم نے ہمیں بہت ذلیل کیا تھا، ہم اس وقت تک معاف نہیں کریں گے جب تک تم اتنی دیر دھوپ میں کھڑے نہ رہو، بعض نے کہا ہم اس وقت تک معاف نہ کریں گے جب کہ ہمارے مکان کی تعمیر میں مزدور بن کر کام نہ کرو، آپ ہر آدمی کی خواہش کے مطابق اس کی شرط پوری کرتے، ان سے حق بخشواتے رہے حتی کہ دوسال کے بعد واپس بغداد پہنچے، اب آپ کی خانقاہ میں آئے ہوئے پانچ سال کا عرصہ گزر گیا تھا، مجاہدے اور ریاضت کی چکی میں پس پس کر نفس مر چکا تھا۔ ''میں'' نکل گئی تھی، باطن میں تو ہی تو کے نعرے تھے، پس رحمتِ الٰہی نے جوش مارا اور ایک دن حضرت جنید بغدادیؒ نے انہیں باطنی نسبت سے مالا مال کردیا، بس پھر کیا تھا، آنکھ کا دیکھنا بدل گیا، پاؤں کا چلنا بدل گیا، دل ودماغ کی سوچ بدل گئی، غفلت کے تارو پود بکھر گئے، معرفت الٰہی سے سینہ پرنور ہوکر خزینہ بن گیا اور آپ عارب باللہ بن گئے۔ (عشق الٰہی، ص:۳۳؍تا۳۵)

جو دنیا کی صورت پر ہوتے ہیں شیدا　　ہمیشہ وہ رنج والم دیکھتے ہیں

محبت کیلئے ہاں تو کہہ دیں: ایک بندے کی جھونپڑی تھی سرکنڈے کی بنی ہوئی ایک ہاتھی والا کہیں سے آگیا ہاتھی والے نے اس جھونپڑی والے سے کہا کہ میں آپ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں اس نے کہا جی میں تو نہیں کرسکتا' کیوں؟ اس نے کہا کہ آپ تو ہاتھی والے ہیں ہاتھی لے کرآئیں گے اور میری جھونپڑی میں تو ہاتھی آنہیں سکتا تو ہاتھی والا مسکرایا اور کہنے لگا کہ بس تم ہاں کردو، میں تمہاری جھونپڑی میں بھی محل بنادوں گا، سوچئے جہاں ہاتھی آجاتا ہے اگر ہاتھی والا محبت کے اقرار کرنے پر اس کی جھونپڑی کو محل بنا سکتا ہے۔ بالکل یہی معاملہ پروردگار نے قرآن پاک میں فرمادیا: ''اللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا'' اللہ تعالیٰ دوست ہے ایمان والوں کا ایمان والوں کی مثال ہاتھی والے کی طرح ہے اور مومن کی مثال جھونپڑی والے کی، اب اگر مومن ہاں کہہ دے اللہ تعالیٰ آپ سے دوستی کرنا چاہتے ہیں، ہم بھی اس دوستی پر لبیک کہنا چاہتے ہیں تو آپ پروردگار ہماری جھونپڑیوں کو محل خود بنادیں گے اور محبت کے آداب خود سکھا کر ہمیں اپنی محبت کی نعمت خود عطا فرمادیں گے تو بڑے کی طرف سے محبت کا اشارہ ہے: ''اللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا'' تو جب اشارہ ہے تو ہم اس کیلئے حاضر ہیں اے محبوب ہم آپ سے محبت کیلئے تیار ہیں آپ ہمیں اپنی محبت میں شامل فرمالیجئے۔(خطبات:۱؍۱۰۹، تمنائے دل:۲۱۲)

دنیا کی محفلوں سے اکتا گیا ہوں یارب!　　کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بجھ گیا ہو

اس کو محبت نہ ہوتی تو توفیق تہجد نہ دیتا: ایک شخص بازار جارہا تھا اس نے دیکھا کہ ایک باندی کا مالک اسے بیچ رہا ہے مگر خریدار کوئی نہیں، وہ باندی دیکھنے میں بہت دبلی پتلی سی نظر آرہی تھی۔ اس شخص نے اس باندی کو معمولی داموں میں خرید لیا۔ جب رات کو آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ وہ باندی تہجد کی نماز پڑھ کر دعا کررہی ہے او رکہہ رہی ہے کہ اے اللہ آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم، اس شخص نے ٹوکا کہ یوں نہ کہو، بلکہ یہ کہو اے اللہ مجھے تجھ سے محبت رکھنے کی قسم، یہ سن کر وہ باندی بگڑ گئی اور کہنے لگی میرے آقا، اگر اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو مجھے ساری رات مصلے پر نہ بٹھاتا اور آپ کو یوں میٹھی نیند نہ سلاتا۔ یہ کہہ کر اس باندی نے رو رو کر دعا کی کہ اے اللہ اب تک میرا معاملہ پوشیدہ تھا اب مخلوق کو پتہ چل گیا ہے تو مجھے اپنے پاس بلالے چنانچہ وہیں مصلے پر بیٹھے بیٹھے اس کی روح پرواز کرگئی۔(عشق الٰہی، ص:۴۴)

گر قبول افتدز ہے نصیب: حضرت ابوبکر صدیقؓ ایک مرتبہ اپنے گھر میں رو رو کر دعا مانگ رہے تھے، جب فارغ ہوئے تو اہل خانہ نے پوچھا کہ کیا وجہ تھی فرمایا کہ میرے پاس کچھ مال ہے، جو میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں، مگر دینے والے کا ہاتھ اوپر ہوتا ہے، لینے والے کا نیچے ہوتا ہے، میں اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی بے ادبی بھی نہیں کرنا چاہتا، اس لئے رب کائنات سے رو رو کر دعا مانگ رہا تھا، اے اللہ میرے محبوبؐ کے دل میں یہ بات ڈال دے کہ وہ ابوبکرؓ کے مال کو اپنا مال سمجھ کر خرچ کریں، چنانچہ دعا قبول ہوئی، حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ نبی علیہ السلام ابوبکرؓ کے مال کو اپنے کی طرح خرچ کرتے تھے، ایک حدیث پاک میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''ان من امن الناس علی فی صحبته وماله ابوبکرؓ'' (بے شک لوگوں میں سب سے بڑا محسن خدمت اور مال کے اعتبار سے ابوبکرؓ ہے)۔(عشق رسول، ص:۶۶)

عادت سے عبادت بنتی ہے: حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر صاحب مہاجر مکی فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص ریا اور دکھلاوے کے لئے کوئی عمل کررہا ہو تو بھی اس کو کرتا رہے چھوڑے نہیں اس لئے کہ شروع میں وہ ریا رہے گی، اس کے بعد عادت بن جائے گی اور عادت سے پھر عبادت ہوجائے گی، اسی لئے حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور طلباء سے یہ فرمایا کرتے تھے کہ بیٹا جب عصر کے بعد سیر وتفریح کے لئے جایا کرو تو ہاتھ میں تسبیح لے کر نکلا کرو اور اس پر کچھ ذکر کرتے رہا کرو یہ نہ سوچو کہ لوگ ریا کار کہیں گے، اس لئے کہ اس طرح ذکر کی عادت بنے گی اور عادت کو عبادت بنانا آسان ہے، اسی لئے کہا گیا ہے، جبل گردد جبلت نہ گردد۔ کہ پہاڑ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوسکتا ہے لیکن جبلت اور فطرت اور عادت کا چھوٹنا اور چھڑانا مشکل ہوتا ہے۔ البتہ اس میں امالہ کی گنجائش ہوتی ہے، ازالہ مشکل ہوتا ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فطرتاً اور طبیعۃً غصہ تھا اسلام قبول کرنے کے بعد اس ازالہ نہیں ہوا بلکہ امالہ ہوگیا وہ اس طور پر کہ پہلے ان کو اسلام کے خلاف غصہ آتا تھا اور اسلام قبول کرنے کے بعد کفر ونفاق کے خلاف غصہ آنے لگا؛ چنانچہ آپ کا حال یہ تھا کہ جب کسی منافق کی منفقانہ حرکت کو دیکھتے تو فرماتے ''دعني يا رسول الله اضرب عنق هذا المنافق'' کہ اے اللہ کے رسولؐ مجھے اجازت دے دیجئے میں اس منافق کی گردن اڑادوں، حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما کر آپ کو روکتے ''أمهل يا عمر'' اے عمر ابھی ٹھہر وجلدی نہ کرو۔

ایک پارسا شخص کا انجام: بنی اسرائیل میں ایک انتہائی نیک اور پارسا شخص تھا وہ جنگل میں ایک جگہ بیٹھا اور اس پر بادل سایہ کئے ہوئے تھا، وہاں سے ایک گنہگار انسان کا گذر ہوا اسے یہ منظر بڑا پیارا لگا اور دل میں ممکن ہے اس نیک انسان کی محبت آئی ہو اور سوچا ہو کہ یہ اللہ کا نیک بندہ ہے اس کی صحبت میں بیٹھ جانے سے شاید مجھے بھی کچھ برکت حاصل ہوجائے وہ جب اس پارسا کے پاس بیٹھنے لگا تو اس نے بڑی حقارت سے اس کو بھگا دیا وہ بادل جو اس نیک انسان پر سایہ کئے ہوئے تھا اس سے ہٹ کر گنہگار پر سایہ فگن ہوگیا، وقت کے پیغمبر پر وحی آئی کہ ان دونوں س کہو کہ نئے سرے سے زندگی کا آغاز کریں، اس فاجر وفاسق شخص کے گناہ اس کی تواضع کی وجہ سے میں نے معاف کردیئے اور اس زاہد وعابد کی نیکیوں کو اس ک تکبر اور دوسروں کو نفرت کی نظر سے دیکھنے کی وجہ سے ضائع کردیا۔(ندائے ممبر ومحراب:۲؍۲۴۲)

Scanned with CamScanner

معاشرتی بگاڑ کی دو اہم بنیادیں

مولانا محمد سلمان منصور پوری

اس وقت مسلم معاشرہ اور بالخصوص نئی نسل میں منکرات، معاصی، فضولیات اور بے حیائیاں بڑھتی جارہی ہیں اور عبادات سے بے رغبتی برابر روز افزوں ہے۔ اس صورت حال پر متنبہ کرنے کیلئے کوششیں بھی کی جاتی ہیں۔ جلسے، اجتماعات، تقریریں اور مواعظ اتنے ہورہے ہیں کہ شاید زمانہ سابق میں کبھی اتنے نہ ہوئے ہوں۔ مگر جب ساری جدوجہد کا ظاہری نتیجہ دیکھا جاتا ہے تو بہت معمولی نظر آتا ہے۔ آخر اس بے تاثیری کی اصل وجہ کیا ہے؟ کچھ ماڈرن لوگ تو جل بھن کر یہ کہہ دیتے ہیں کہ بھائی اب کہنے والوں میں خلوص ہی نہیں ہے اسی وجہ سے اثر مفقود ہے لیکن یہ ظاہر ہے کہ ہر واعظ کے متعلق یہ دعوئی صداقت سے خالی ہے اور اپنی بلا دوسرے کے سر ڈالنے کے مترادف ہے۔ اسلئے خلوص کا تعلق دل سے ہے، کسی کا دل چیر کر کس نے دیکھا ہے؟ کہ کون پر خلوص ہے اور کون خلوص سے عاری ہے، پھر تاثیر کا مدار محض خلوص پر ہی نہیں ہے۔ کیا انبیاء سے زیادہ پر خلوص کوئی ہوسکتا ہے مگر ان کی قوموں کے حالات دیکھئے قوم نوح، قوم عاد و ثمود، قوم لوط وغیرہ نے کس طرح اپنے انبیاء کی تکذیب کی اور ان کے پاک اور پر خلوص پیغام کا اثر قبول نہ کیا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ وعظ کرنے والوں میں خلوص کی ضرورت نہیں، خلوص تو بہر حال ضروری ہے۔ لیکن خلوص کے باوجود اگر کوئی چیز ظاہری طور پر تاثیر میں رکاوٹ بن رہی ہو تو اسے بھی دور کرنا چاہئے تاکہ خلوص اپنا اصلی رنگ دکھا سکے۔ اب سوال یہ ہے وہ ظاہری رکاوٹیں کیا ہیں جنھیں دور کرنا ضروری ہے۔ تو غور کرنے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ تاثیر میں رکاوٹ اور مسلسل بگاڑ کی ترقی میں سب سے زیادہ دخل دو باتوں کو ہے۔ حرام آمدنی و بری صحبت۔

حرام آمدنی: حرام آمدنی جب پیٹ میں جاتی ہے تو اس کا خاصہ یہ ہے کہ طبیعت عبادت سے ہٹ جاتی ہے اور معصیت کی طرف راغب ہوجاتی ہے۔ اس آمدنی کے استعمال سے بڑی سے بڑی خوبصورت عبادتیں بارگاہ خداوندی میں نامقبول ہوجاتی ہیں۔ ایسے شخص کی دعائیں بالکل رد کردی جاتی ہیں، خواہ وہ کتنا ہی لجاجت اور تضرع سے مانگے۔ اور جو بدن کا حصہ مال حرام سے پروان چڑھتا ہے اسے جہنم کے عذاب کا مستحق بنادیا جاتا ہے۔ اب غور کریں کہ آج کے معاشرہ میں حرام آمدنی کی کس قدر کثرت ہے۔ ہر شخص بس ھل من مزید کے چکر میں نظر آتا ہے اور یہ نہیں دیکھتا کہ حلال سے آرہا ہے یا حرام سے۔ کتنے خاندان محض سود کے حرام پیسوں پر پل رہے ہیں۔ سرکاری ملازمتوں میں رشوت کا برسر عام چلن ہے، لاٹری اور جوئے کی کثرت ہے اور اس کے لئے طرح طرح کے عنوان تراش لئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں غصب، چوری، قرض لے کر روپیہ ہڑپ کرجانا، زمین جائیداد دبالینا اور اپنی بہنوں کا حق وراثت مار لینا، یہ سب عام بات ہے۔ بڑے بڑے نمازی اور پرہیز گار سمجھے جانے والے لوگ بھی مالی معاملات میں احتیاط کے اعتبار سے صفر نظر آتے ہیں۔ لہذا ایسی حرام آمدنیوں والے معاشرہ میں کیا جانے والا وعظ وقتی طور پر تو اثر انداز ہوسکتا ہے لیکن پائیدار اثر تو اسی وقت ہوگا جبکہ ان سوراخوں کو بند کیا جائے جن سے آنے والے گندے پانی سے پورا گھر بدبودار ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شعور عطا فرمائے۔ آمین۔

بری صحبت: بگاڑ کی دوسری بڑی بنیاد اور تاثیر نصیحت میں سب سے بڑی رکاوٹ انسان کی بدکردار سوسائٹی ہے۔ جو شخص جس طرح کے لوگوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے، ویسا ہی رنگ اس پر چڑھ جاتا ہے۔ اچھے اور باعزت لوگوں میں بیٹھے گا تو باعزت کہلائے گا اور آبرو باختہ اور بے عزت ساتھیوں کے ساتھ رہے گا تو ذلیل اور رسوا ہوجائے گا۔ اسی بناء پر قرآن کریم اور احادیث طیبہ میں اچھی صحبت اختیار کرنے پر زور دیا گیا ہے اور بُرے لوگوں کے ساتھ رہنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا گیا ہے۔ اس کے برخلاف ہمارا حال یہ ہے کہ ہم اچھی صحبتوں سے دور ہیں اور بری صحبتوں سے قریب ہیں۔ پھر بری صحبتوں میں مبتلا کچھ لوگ تو وہ ہیں جن کا واقعی بدکرداروں (شرابیوں، جواریوں، چوروں، قاتلوں وغیرہ) سے یارانہ ہے اور ان کے اوقات ایسے ہی لوگوں کی مجلس میں گزرتے ہیں۔ ان کو تو سبھی لوگ بری صحبت میں مبتلا سمجھتے ہیں اور ایسے شخص سے کچھ دلی تکدر بھی پایا جاتا ہے۔ مگر ایک مروجہ بری صحبت ایسی ہے جس کا برا ہونا عوام تو کجا ہمارے دانشوروں کے حلق کے نیچے بھی نہیں اترتا۔

یہ بری صحبت وہ ہے جو ٹیلی ویژن کے منحوس حیا سوز اور مخرب اخلاق پروگراموں کے ذریعہ گھر گھر پہنچادی گئی ہے۔ یہ ایک صحبت تمام تر برے لوگوں کی صحبتوں کا مجموعہ ہے۔ زنا کار، بدکار، قاتل، چور، ڈکیت، شرابی، جواری، طوائف سے پوری آشنائی ٹیلی ویژن کے اسکرین پر ہوسکتی ہے۔ بلکہ ڈش انٹینا کے ذریعہ بین الاقوامی فاحشات اور دنیا کے چھٹے ہوئے بدکرداروں کی صحبتوں تک بھی رسائی ہوسکتی ہے۔ بہر حال خلاصہ یہ ہے کہ مواعظ کی تاثیر میں ایک بہت بڑی رکاوٹ آج کے معاشرہ کا غلط صحبت میں گرفتار ہونا ہے۔ جب تک سوسائٹی نہیں بدلی جائیگی اور بدکرداروں کی مجالس سے اپنے کو الگ نہیں کیا جائے گا، اس وقت تک وعظ وتقریر خواہ کتنی ہی پر خلوص ہو اپنا ظاہری اثر نہیں دکھا سکتی۔ لہذا جو لوگ علماء پر بے تاثیری کا طعنہ دیتے ہیں انھیں پہلے اپنے گریبان میں جھانک کر اپنی کوتاہیاں دور کرنی چاہئیں، مالی معاملات میں احتیاط کریں، برے لوگوں کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے سے بچیں، پھر دیکھئے۔ کیسا رنگ آئے گا۔ انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ ہماری اصلاح فرمائے۔ اور اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

بے اعتدالی کے نقصانات

ڈاکٹر تابش مہدی

اسلام ایک سیدھا، سچا، متوازن اور معتدل دین ہے۔ اس میں اعتدال وتوازن کو وہی اہمیت حاصل ہے جو انسانی زندگی کی بقاء کے لئے غذا کو ہے، اس لئے کہ یہی اس کی شناخت ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور یہ کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے، لہذا تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ اس کے راستے سے ہٹا کر تمہیں پراگندہ کردیں گے، یہ ہے وہ ہدایت جو تمہارے رب نے تمہیں دی ہے، شاید کہ تم کج روی سے بچو''۔ (سورۂ انعام:۱۵۳)

اسلام اپنی فطرت کے مطابق اعتدال وتوازن کی تعلیم دیتا ہے اور اپنے پیروؤں کو اعتدال وتوازن کی راہ پر گامزن دیکھنا چاہتا ہے۔ اپنے ماننے والوں کو انہی باتوں کے کرنے کا حکم دیتا ہے، جن کو انسان کسی خرابی یا بڑی مشقت کے بغیر کرسکے۔ اگر ہم دین کے اہم ارکان نماز، روزہ، حج اور زکوۃ کے مسائل اور ان کی انجام دہی کے سلسلے میں اسلام کی طرف سے دی گئی رعایتوں اور سہولوں پر غور کریں تو بات آسانی سے ہماری سمجھ میں آسکتی ہے۔ علامہ ابن خلدون نے اپنے ''مقدمہ'' میں اعتدال اور میانہ روی کی اہمیت کو بڑی تفصیل کے ساتھ واضح کیا ہے اور بتایا ہے کہ انسان کو چاہئے کہ وہ اپنی زندگی کے ہر معاملہ میں اعتدال وتوازن کا رویہ اختیار کرے۔ اس لئے کہ یہ ان کے لئے نافع اور فضیلت وبزرگی کا سبب بنے گا۔ اس سے انسان کو امن وسلامتی حاصل ہوگی۔ اعتدال ومیانہ روی کا عمل انسان کو بھلائی اور عظمت سے ہم کنار کرتا ہے اور اس کے ذریعے نیکی اور توفیقِ الٰہی نصیب ہوتی ہے۔

آپ پچھلی قوموں کی تاریخ کا مطالعہ کریں اور ان کی خرابیوں اور تباہیوں کو جاننے کی کوشش کریں تو پتا چلے گا کہ وہ انسانی زندگی کے اسی حقیقی جوہر اعتدال اور توازن کو اپنی زندگیوں میں شامل نہ کرنے کی وجہ سے ہلاک وبرباد ہوئیں۔ اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''فانما أهلک من کان قبلکم الغلو فی الدین'' (صحیح نسائی: ۳۰۵۷) ''تمہارے پیش روؤ (اہل کتاب) کو دین میں انتہا پسندی اور غلو ہی نے ہلاک کیا''۔

آپ جب پچھلی امتوں کی تاریخ پڑھیں گے تو اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ نصاری نے اپنے نبیوں کے سلسلے میں یہاں تک غلو سے کام لیا کہ انہیں خدا مان لیا۔ اباحیت میں یہاں تک شدت اختیار کی کہ ان چیزوں کو بھی حلال کرلیا جو حرام قرار دی گئی تھیں۔ یہودیوں نے حرمت میں یہاں تک جرأت کرلی کہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو اپنے لئے اور اپنی قوم کے لئے حرام کرلیا، اور یہ باور کرایا کہ ان چیزوں کے حرام وحلال کا تعلق انسان کے پاک وناپاک ہونے سے ہے۔ اگر انہیں کوئی پاک اور نیک شخص استعمال کرے تو حلال اور پاک ہیں اور اگر کوئی گنہگار استعمال کرے تو حرام ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قومیں جادۂ اعتدال سے ہٹ گئیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی اس روش سے باز رہنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ''کہو، اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور ان لوگوں کے تخیلات کی پیروی نہ کرو جو تم سے پہلے خود گمراہ ہوئے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور ''سواء السبیل'' سے بھٹک گئے''۔

پچھلی امتوں اور قوموں کی اسی صورت حال کے پیش نظر اللہ کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو سختی کے ساتھ تاکید فرمائی کہ تم میرے بارے میں غلو سے کام نہ لو، ورنہ یہود ونصاری کی طرح تم بھی تباہ ہوجاؤ گے۔

انسان کی بے اعتدالی اور عدم توازن کا مظاہرہ اس کی زندگی کے مختلف شعبوں میں نمایاں طور پر دیکھنے میں آتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کسی نے مال ودولت، اسبابِ راحت وآسائش اور وسائل عیش وعشرت کو ہی اپنی زندگی کا حاصل قرار دے لیا ہے تو انسانوں سے بھری پری دنیا میں کچھ لوگ ایسے بھی ملتے ہیں جنہوں نے ان سب چیزوں کو یکسر تج کر ترکِ دنیا اور گوشہ گیری کی زندگی اختیار کرلی ہے۔ اسلام ان دونوں انتہا پسندی کو ناپسند کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''لوگوں کے لئے مرغوباتِ نفس، عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں بڑی خوش آیند بنادی گئیں، مگر یہ سب دنیا کی چندروزہ زندگی کے سامان ہیں، حقیقت میں جو بہتر ٹھکانہ ہے وہ تو اللہ کے پاس ہے''۔

اس آیت میں مال وزر اور اسبابِ دنیا کی حقیقت بیان کی گئی ہے، دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ آیت مادیت پر کاری ضرب لگاتی ہے، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ درجِ ذیل آیت بھی ہماری توجہ کا مرکز بنتی ہے، جس میں تجرد، گوشہ گیری، رہبانیت یا ترکِ دنیا کی مذمت کی گئی ہے: ''اور رہبانیت انہوں نے خود ایجاد کرلی، ہم نے اسے ان پر فرض نہیں کیا تھا، مگر اللہ کی خوشنودی کی طلب میں انہوں نے آپ ہی یہ بدعت نکال لی اور پھر اس کی پابندی کرنے کا جو حق تھا اسے ادا نہ کیا۔ ان میں سے جو لوگ ایمان لائے ان کا اجر ہم نے ان کو عطا کیا مگر ان میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں''۔ (الحدید: ۲۷)

انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں بھی یہ بیماری ملتی ہے۔ ہمارے اِردگرد لاتعداد ایسے لوگ ہیں جو محض اپنی ذات میں ہی گم رہنے کو پسند کرتے ہیں۔ اسی پر فخر کرتے ہیں، سماج یا معاشرے سے انہیں کوئی دل چسپی نہیں ہوتی اور کچھ لوگ ایسے بھی ملتے ہیں، بلکہ ان کی تعداد زیادہ ہے، جو خواہ مخواہ دوسروں کے مسائل میں ٹانگ اڑانے کے عادی ہوتے ہیں۔ انہیں اپنی اصلاح وتربیت کی کم دوسروں کی اصلاح وتربیت کی زیادہ فکر ہوتی ہے۔

جس طرح غذا یا دَوا میں بے اعتدالی انسان کو مریض اور نکمّا بنادیتی ہے اور اس کا جسم ہلاکت وتباہی کے نزدیک آجاتا ہے، اسی طرح فکر وخیال، تعلقات ومعاملات، دوستی ودشمنی اور زندگی کے دوسرے معاملات اور شعبوں میں اس کی بے اعتدالی پورے سماج اور معاشرے کے لئے بھی مہلک وتباہ کن ثابت ہوتی ہے اور خود اس کے لئے بھی۔ بے اعتدالی اور عدمِ توازن کا شکار انسان زیادہ دیر تک اپنے معمول پر قائم نہیں رہ سکتا۔ وہ اپنی اس روش کے ذریعے جس مقام تک پہنچنا چاہتا ہے، وہ مقام آنے سے پہلے ہی وہ پست ہمت ہوجاتا ہے۔ پھر اسی بے اعتدالی اور عدمِ توازن کے ساتھ وہ دوسرے رخ کو اختیار کرتا ہے۔

بے اعتدال انسان استقامت اور اولوالعزمی سے محروم رہتا ہے۔ وہ منزل کا تعاقب کرتا ہے، لیکن منزل اس سے دور سے دورتر ہوتی چلی جاتی ہے۔ اس کے یار احباب اور اعزہ واقرباء بھی اس سے متنفر ومتوحش ہوتے ہیں، اس سے کسی تعمیر وترقی کی امید نہیں کی جاسکتی۔ اس لئے کہ ہر انسان اسے شک وشبہ کی نظر سے دیکھتا ہے۔ وہ جس کام کو ہاتھ لگاتا ہے، اس کے بارے میں پہلے ہی سے رائے قائم ہوجاتی ہے کہ یہ کام خیر وخوبی کے ساتھ نہیں انجام پاسکے گا۔

انہیں سب وجوہ سے بے اعتدالی اور عدمِ توازن کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا ہے، ظاہر ہے کہ جس روش کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدگی حاصل نہ ہو، وہ ہلاکت وبربادی اور تباہی وخسران کے سوا اور کیا دے سکتی ہے۔

Scanned with CamScanner

وقت کی قدر و قیمت پہچانئے

ڈاکٹر عبد الواسع شاکر

وقت اور اس کی ترتیب و تنظیم ایک اہم علمی، سائنسی اور تکنیکی موضوع بن چکا ہے۔ اس موضوع پر سیمی نارز اور ورک شاپس منعقد کرائی جارہی ہیں اور کتابیں لکھی جارہی ہیں۔ وقت کی ترتیب و تنظیم کا شعور وادراک مغربی دنیا میں مخصوص مادی مسائل کے باعث صرف نصف صدی سے زیادہ قدیم موضوع نہیں ہے۔ لیکن وقت کی اہمیت اور اس سے متعلق جملہ امور کے بارے میں قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے دنیا کو آگاہ کر دیا تھا۔ یہ ہماری بدنصیبی نہیں تو اور کیا ہے کہ مغربی دنیا اور دیگر اقوام نے وقت کی اہمیت کا بروقت احساس کر کے دنیوی شعبوں میں ترقی کر لی اور ہم سے آگے نکل گئے مگر ہم وقت کی اہمیت کو فراموش کر کے ہر میدان میں پیچھے رہ گئے۔

پہلے یہ بات اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ جو زمانہ اب گزر رہا ہے وہ دراصل وقت ہے جو ایک ایک شخص اور ایک ایک قوم کو دنیا میں کام کرنے کے لیے دیا گیا ہے۔ اس کی مثال اس وقت کی سی ہے جو امتحان گاہ میں طالب علم کو پرچے حل کرنے کے لیے دیا جاتا ہے۔ یہ وقت جس تیزی کے ساتھ گزر رہا ہے اس کا اندازہ تھوڑی دیر کے لیے اپنی گھڑی میں سیکنڈ کی سوئی کو حرکت کرتے ہوئے دیکھنے سے آپ کو ہو جائے گا، حالانکہ ایک سیکنڈ بھی وقت کی بہت تھوڑی مقدار ہے۔ اسی ایک سیکنڈ میں روشنی ایک لاکھ 86 ہزار میل کا راستہ طے کر لیتی ہے اور خدا کی خدائی میں بہت سی چیزیں ایسی بھی ہو سکتی ہیں جو اس سے بھی تیز رفتار ہوں خواہ وہ ابھی ہمارے علم میں نہ آئی ہوں، تاہم اگر وقت کے گزرنے کی وہی رفتار سمجھ لی جائے جو گھڑی میں سیکنڈ کی سوئی کے چلنے سے ہم کو نظر آتی ہے اور اس بات پر غور کیا جائے تو ہم جو کچھ بھی اچھا یا برا فعل کرتے ہیں اور جن کاموں میں بھی ہم مشغول رہتے ہیں سب کچھ اسی محدود مدت عمر ہی میں وقوع پذیر ہوتا ہے جو دنیا میں ہم کو کام کرنے کے لیے دی گئی ہے تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ ہمارا اصل سرمایہ تو یہی وقت ہے جو تیزی سے گزرا جارہا ہے"۔ وقت کی اہمیت و افادیت کو حضور اکرمؐ نے متعدد مواقع پر مختلف انداز سے امت کی رہنمائی اور فلاح و کامرانی کے لیے بیان فرمایا ہے۔ حضرت عمرو بن میمونؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ "پانچ حالتوں کو پانچ حالتوں کے آنے سے پہلے غنیمت جانو اور ان سے جو فائدہ اٹھانا چاہو وہ اٹھالو..... غنیمت جانو جوانی کو بڑھاپے کے آنے سے پہلے، صحت کو بیمار ہونے سے پہلے، خوشحالی اور فراخ دستی کو ناداری اور تنگدستی سے پہلے، فرصت اور فراغت کو مشغولیت سے پہلے، اور زندگی کو موت سے پہلے" (الترغیب و ترھیب)۔ اس حدیث مبارکہ میں جن حالتوں کو بیان کیا گیا ہے وہ ہمارے لیے وقت کے استعمال اور ترجیحات سے متعلق رہنمائی کا نمونہ ہیں۔

وقت کی اہمیت: قرآن و حدیث کی روشنی میں وقت کی چار بنیادی خصوصیات ہیں۔ (۱) اس کائنات میں ہر جاندار و بے جان مخلوق کا ایک وقت مقرر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے وقت مقرر کر رکھا ہے اور یہ مقدر اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہے۔ دنیا میں ہر انسان کے نہ صرف پیدا ہونے اور مرنے کا وقت مقرر ہے بلکہ اس کے ہر کام کا وقت مقرر ہے، حتیٰ کہ ہماری سانسیں بھی مقرر ہیں کہ کتنی سانسیں بندہ اس دنیا میں لے گا۔ (۲) وقت گزرنے والی چیز ہے۔ وقت لحہ بہ لحہ گزر رہا ہے اور گزر جائے گا۔ امام رازیؒ نے کسی بزرگ کا قول نقل کیا ہے کہ "وقت کی مثال ایک برف والے کی طرح ہے جو پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ دیکھو میری زندگی کا سرمایہ گھلا جارہا ہے اور اگر یہ برف کارآمد نہیں ہوئی تو یہ رکھے رکھے گھل جائے گی اور ختم ہو جائے گی۔ (۳) تیزی کے ساتھ گزرتا ہوا ہر سیکنڈ اور لمحہ جو گزر گیا وہ واپس نہیں آئے گا۔ اس کا کوئی نعم البدل نہیں ہے۔ انسان جو پیسہ خرچ کر لے وہ دوبارہ کمایا جا سکتا ہے لیکن وہ وقت جو گزر گیا واپس نہیں آسکتا ہے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ "ہر آنے والا دن جب شروع ہوتا ہے تو وہ پکار پکار کر کہتا ہے کہ اے انسان! میں ایک نو پید امخلوق ہوں، میں تیرے عمل پر شاہد ہوں، تو مجھ سے کچھ حاصل کر لے، میں تو اب قیامت تک لوٹ کر نہیں آؤں گا۔ (۴) وقت کے ایک ایک لمحے کا حساب ہمیں اللہ تعالیٰ کو دینا ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے کہ "حشر کے میدان میں آدمی آگے نہ بڑھ پائے گا جب تک کہ پوری زندگی کا حساب نہ دے لے۔ پوچھا جائے گا کہ عمر کہاں گزاری، جوانی کیسے گزاری، مال کس طرح کمایا اور کہاں خرچ کیا اور جو علم حاصل کیا اس کو کس طرح استعمال کیا (الترغیب و ترھیب)۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ "تباہ ہو گیا وہ شخص جس کا آج اس کے گزرے ہوئے کل سے بہتر نہ ہو"۔ سرور کائناتؐ کا ایک اور فرمان ہے: "مومن کے لیے دو خوف ہیں: ایک اجل جو گزر چکا ہے معلوم نہیں خدا اس کا کیا کرے گا اور ایک اجل، جو ابھی باقی ہے معلوم نہیں اللہ تعالیٰ اس میں کیا فیصلہ صادر فرمائے؟ لہٰذا انسان کو لازم ہے کہ اپنی طاقت سے اپنے نفس کے لیے اور دنیا سے آخرت کے لیے، جوانی سے بڑھاپے کے لیے اور زندگی سے قبل موت کے لیے کچھ نفع حاصل کر لے"۔

وقت کی کمی یا ترجیحات کا تعین: اصل مسئلہ وقت کی کمی کا نہیں بلکہ ترجیحات کے تعین کا ہے۔ اگر ہم طے کر لیں کہ کون سی چیز یا کام ہماری پہلی ترجیح ہونی چاہیے، دوسری ترجیح کیا ہونی چاہیے، اور تیسری ترجیح کیا ہو، تو وقت کی کمی کا مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا۔ حضور اکرمؐ کی پوری ۲۳ رسالہ نبوی زندگی میں کوئی ایک دن بھی ایسا نہیں گزرا کہ جس دن حضورؐ نے قرآن نہ پڑھا ہو اور دوسروں کو پڑھ کر نہ سنایا ہو۔ یہ ان کی زندگی کی ترجیح تھی اور ان کے صحابہؓ کی زندگی کی ترجیح تھی۔ حضور اکرمؐ کے صحابہؓ اتنا قرآن پڑھتے تھے کہ حضور اکرمؐ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "کوئی تین دن سے کم میں قرآن ختم نہ کرے" (حدیث)۔ اگر ہماری بھی ترجیحات وہی ہوں گی جو اللہ اور اس کے رسولؐ نے مقرر کی ہیں تو ہمارے لیے وقت کی کمی کا کوئی مسئلہ نہ ہوگا۔ حضور اکرمؐ اور صحابہؓ کے بعض خطبوں کا ابتدائی جملہ یہ ہوتا تھا کہ "اے لوگو! تمھاری زندگی گزرتی چلی جارہی ہے۔ یہ اچانک کسی پل ختم ہو جائے گی، جو وقت گزر گیا وہ تو گزر گیا لیکن جو آنے والا ہے اس کی فکر کرو۔ اللہ سے ڈرو، اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اپنی جنت کے لیے کچھ مال جمع کرلو"۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ "بندہ کا صرف وہی ہے جو اس نے کھا لیا یا پہن لیا یا آگے بھیج دیا۔ جو اس نے خرچ نہیں کیا وہ سب وارثوں کا مال ہے"۔ (سنن کبریٰ، بیہقی)

وقت کے صحیح استعمال کا مقصد: ہمارے نزدیک وقت کی ترتیب و تنظیم کے دو بنیادی مقاصد ہیں۔ پہلا تو یہ ہے کہ ہم اس بات کا اہتمام اور کوشش کریں کہ ہمارے وقت کا کوئی ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایمان والوں کی یہ خصوصیت بیان کی ہے کہ وہ اپنے وقت کو لغویات میں ضائع ہونے سے بچاتے ہیں (معارف القرآن، سورۂ مومنون)۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ جو چوبیس گھنٹے ہمیں روزانہ ملتے ہیں اس میں ہم کتنا زیادہ سے زیادہ وقت اپنے فرائض کی ادائیگی اور اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ حقوق کی ادائیگی کے لیے نکالتے ہیں، اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ وقت میں اضافے کے لیے اور وقت کی کمی کو دور کرنے کے لیے بہت سارے طریقے ہمیں اللہ کے رسولؐ کی احادیث میں ملتے ہیں، نیز جدید دور میں وقت کے ضیاع کے حوالے سے تحقیقات نے بھی ہماری رہنمائی کے کچھ نکات متعین کر دیے ہیں۔ ان میں سے چند اہم اصول و نکات درج ہیں۔

دن کا آغاز نماز فجر سے پہلے: حضور اکرمؐ کی بہت ساری احادیث ہیں جن میں آپؐ نے فرمایا کہ صبح سویرے اُٹھو گے تو اس کے نتیجے میں تمھارے رزق و مال میں برکت ہوگی، اور اگر صبح نہیں اُٹھو گے تو پریشان و رنجیدہ رہو گے۔ ایک دن حضور اکرمؐ اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کے پاس صبح کے وقت تشریف لے گئے۔ وہ آرام فرما رہی تھیں۔ حضور اکرمؐ نے ان کو جگاتے ہوئے فرمایا: "بیٹی! اُٹھو، اپنے رب کے رزق کی تقسیم کے وقت حاضر رہو اور غفلت کرنے والوں میں سے نہ بنو، کیونکہ اللہ تعالیٰ طلوعِ فجر اور طلوعِ شمس کے درمیان لوگوں کا رزق تقسیم کرتے ہیں"۔ صبح جلدی اٹھنے اور فجر کے بعد نہ سونے کے نتیجے میں ہم کو دن میں کئی گھنٹے اضافی مل جاتے ہیں۔ یہ ہماری بہت بڑی بدقسمتی ہے کہ صبح ۶ بجے سے ۸ بجے کے وقت کو جسے دنیا میں پرائم ٹائم کہا جاتا ہے ہم سونے میں گزار دیتے ہیں۔ امام ترمذیؒ نے حضور اکرمؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ "اے اللہ! میری امت کے لیے صبح کے اوقات میں برکت عطا فرما"۔ ایک مشہور روایت ہے کہ "جو آدمی صبح جلدی اُٹھتا ہے اس کو دولت مند بننے سے کوئی نہیں روک سکتا"۔ جدید تحقیق سے ثابت ہے کہ انسان رات کو نو بجے کے بعد جو کام ایک گھنٹے میں کرتا ہے صبح کے اوقات میں وہی کام صرف بیس منٹ میں کر لیتا ہے۔ اس دن اور رات میں ایک وقت ایسا بھی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پرائم ٹائم قرار دیا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ "رات کے آخری پہر میں اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر آجاتے ہیں اور منادی کر دیتے ہیں کہ مجھ سے مانگو میں تمھیں دوں گا، مجھ سے طلب کرو میں تمھاری ضرورت کو پورا کروں گا" (بخاری)۔ پورے ۲۴ گھنٹوں میں اس سے زیادہ قیمتی وقت کوئی نہیں ہے اور وقت کی ترتیب و تنظیم اس بات کا ہی نام ہے کہ انسان اپنے پرائم ٹائم کو سب سے بہترین طریقے سے استعمال کر سکے۔ دنیا میں کوئی لیڈر شپ ایسی نہ ہوگی جس کو کوئی بڑی کامیابی ملی ہو اور وہ سحر خیزی کی عادی نہ ہو۔ اگر ہم صبح ۵ بجے اُٹھ جائیں تو جو کام دن میں ہم ۳ گھنٹے میں کرتے ہیں وہ صبح میں ایک گھنٹے میں ہی کر لیں گے۔ ہمیں محسوس ہوگا کہ ہمارا دن ختم ہی نہیں ہو رہا ہے۔ اس سنت کو اپنائے بغیر اور اس عادت کو اختیار کیے بغیر ہمارے لیے نہ اُخروی کامیابی ممکن ہے اور نہ دنیاوی برتری ہے۔

معاشی مصروفیات کی منصوبہ بندی: ہر فرد کو چاہیے کہ اپنے معاش کے لیے ایک وقت مقرر کرے کہ مجھے اپنے اوقات کا کتنا حصہ معاش کے لیے صرف کرنا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہر آدمی کی روزی اور اس کا رزق مقرر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جتنا ہمارے مقدر میں لکھا ہے اُتنا ہی ہمیں ملے گا، چاہے ہم آٹھ گھنٹے کام کریں یا سولہ گھنٹے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ "روزی انسان کا پیچھا کرتی ہے" (الترغیب و ترھیب)۔ "رزق میں کمی یا تاخیر سے پریشان نہ ہو اور روزی کو کمانے میں خوش اسلوبی سے کام لو"۔ (ایضاً) انسان کی جسمانی استطاعت کے بارے میں محققین کہتے ہیں کہ کوئی بھی آدمی جب اپنے معاش کے لیے آٹھ گھنٹے سے زیادہ صرف کرتا ہے تو اس کا زائد صرف کردہ وقت کارآمد نہیں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی معاشروں میں آٹھ گھنٹوں سے زیادہ کی ملازمت نہیں ہوتی۔ اور یہ کہا جاتا ہے کہ آدمی انھی اوقات میں زیادہ سے زیادہ کام کر کے اپنے حصے کا کام پورا کرے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اپنے معاش کے لیے ایک وقت مقرر کریں جو آٹھ گھنٹے سے زیادہ نہ ہو۔ انھی گھنٹوں میں پوری قوت اور توانائی کے ساتھ کام کریں۔ بہت سارے لوگوں نے تجربہ کر کے یہ سیکھا ہے کہ واقعی جو کام ہم بارہ اور چودہ گھنٹوں میں کر رہے تھے وہی کام اب ہم آٹھ گھنٹوں میں کر سکتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں ہم اپنے اوقات میں کافی اضافہ کر سکتے ہیں۔

معذرت کرنا سیکھیں: روزمرہ معاملات میں ہم بعض اوقات تکلف یا تعلق کی وجہ سے وعدہ کر لیتے ہیں اور وقت کی کمی کی وجہ سے اس وعدے کو پورا نہیں کر پاتے۔ اس کے نتیجے میں جن سے ہم وعدہ کرتے ہیں وہ بھی مشکل میں پڑ جاتے ہیں اور ہماری ساکھ بھی متاثر ہوتی ہے۔ اس بات کا بھرپور اہتمام کرنا چاہیے کہ کسی کو وقت دینے سے پہلے پوری طرح اطمینان کر لے کہ یہ ممکن بھی ہوگا یا نہیں۔ معذرت کرنا کوئی گناہ کا کام نہیں لیکن وقت دینے کے بعد نہ پہنچنا عہد کی خلاف ورزی ہے۔ مغربی دنیا میں کہا جاتا ہے کہ اگر آپ نے 'نہیں' کہنا سیکھ لیا ہے تو آپ نے گویا اپنا آدھا وقت بچا لیا۔

فارغ اوقات کا بہتر استعمال: روزمرہ کی زندگی میں بہت سارے اوقات ایسے آتے ہیں کہ جب ہم فارغ بیٹھے ہوتے ہیں۔ بعض اوقات ہم سفر میں ہوتے یا انتظار کر رہے ہوتے ہیں یا کچھ بھی نہیں کر رہے ہوتے۔ ان اوقات میں ہمیں اس بات کی عادت اپنا لینی چاہیے کہ جب بھی ہم فارغ ہوں تو اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے تر رکھیں۔ حضور اکرمؐ نے بہت سارے کلمات بتائے ہیں جو زبان پر بہت ہلکے اور اجر میں بہت بھاری ہیں۔ ان کلمات کو بار بار دہراتے رہیں۔ کثرت سے استغفار کریں۔ ایک ایک لمحہ جو ہمارے پاس ہے وہ اللہ کے ذکر میں اور استغفار میں صرف ہو تو یہ وقت کا بہترین استعمال ہے۔ ہمارے وقت کا کوئی لمحہ فارغ ہونے کی وجہ سے ضائع نہ ہو۔ حدیث سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ مومن کا ہر لمحہ کارآمد ہوتا ہے۔ جب اس پر کوئی مشکل پڑتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے، جب خوش ہوتا ہے تو شکر ادا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔

دوسروں کے وقت کی قدر: ایک ذمہ دار کی حیثیت سے ہمیں اس بات کا بھرپور اہتمام کرنا چاہیے کہ نہ تو ہمارے وقت کا کوئی حصہ ضائع ہو اور نہ ہماری ٹیم میں سے ہی کسی کا وقت ضائع ہو۔ جب ہم دوسروں کے وقت کی قدر و قیمت کا احساس کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارے وقت میں برکت ڈال دے گا۔ اگر ہم دوسروں کے وقت کی قدر و قیمت کا احساس نہیں کریں گے اور ہماری وجہ سے دوسروں کا وقت ضائع ہوتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ ہمارے وقت کی قدر و قیمت بھی کم کر دے گا۔

وقت میں برکت کی دعا: وقت میں برکت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، جس طرح ہم اپنے مال، کاروبار، رزق اور اولاد میں برکت کی دعا کرتے ہیں اسی طرح اپنے وقت میں برکت کے لیے بھی دعا کریں۔ اگر ہمیں وقت میں برکت حاصل ہو گئی تو زندگی بڑی آسان ہو جائے گی۔ جن لوگوں کو اللہ کی یہ نعمت حاصل ہوتی ہے ان کے پاس وقت کی کمی کا شکوہ نہیں ہوتا بلکہ ان پر یہ احساس غالب رہتا ہے کہ میرے پاس وقت ہے اور جو کام بھی میرے سپرد ہوگا میں اُسے کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ وقت میں یہ برکت اللہ تعالیٰ کا خاص انعام اور اس کی رحمت ہے جو ان لوگوں پر نازل ہوتی ہے جو اس سے برکت طلب کرتے ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ دعا فرماتے تھے: "یا اللہ! زندگی کے اوقات میں برکت دے اور انھیں صحیح مصرف پر لگانے کی توفیق عطا فرما"۔ وقت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ایک غیر معمولی امانت ہے۔ اس کے ایک ایک لمحے کی قدر و قیمت کے احساس کے ساتھ اللہ کی بندگی کے لیے، جہنم سے بچنے اور جنت کے حصول کے لیے اس کا استعمال ہونا چاہیے۔ کامیاب وہی ہے جو اس احساس کے ساتھ زندگی گزارے کہ اسے زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب اللہ تعالیٰ کو دینا ہوگا، یقیناً وہ اپنے وقت کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی مقرر کردہ ترجیحات کے مطابق گزارنے کا اہتمام کرے گا۔

Scanned with CamScanner

اخبار جہاں

محمد اسعد اللہ قاسمی

الاباما میں نائٹروجن کے ذریعے سزائے موت پر عمل درآمد ہوگا یا نہیں؟

امریکی ریاست الاباما سزائے موت پانے والے ایک مجرم کینتھ یوجین اسمتھ کو اس ہفتے نائٹروجن گیس کے ذریعہ یہ سزا دینے والی ہے بشرطیکہ عدالتیں اسے روک نہ دیں، اس طریقہ کار میں ایک گیس ماسک استعمال کیا جائے گا جو نائٹروجن کے ذریعے اس ہوا کو روک دے گا جس میں سانس لی جاسکتی ہے، یعنی اسے آکسیجن سے محروم کر دے گا، اگر اس پر عمل ہو سکا تو یہ امریکہ میں اس طریقے سے دی جانے والی پہلی سزائے موت ہوگی، الاباما کے اٹارنی جنرل کے دفتر نے گزشتہ ہفتے وفاقی اپیل عدالت کے ججوں کو بتایا کہ آکسیجن کو ختم کر کے نائٹروجن کے ذریعے دی گئی موت کی سزا پر عمل درآمد ایک ایسا طریقہ ہے جس میں سزا پانے والے کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی؛ لیکن بعض ڈاکٹر اور اس طریقہ کار کے ناقد کہتے ہیں کہ جب وارڈن اس طریقے پر عمل کرے گا تو 58 رسالہ اسمتھ درحقیقت کیا محسوس کرے گا، یہ کسی کو معلوم نہیں ہے۔ (ایجنسی)

سیاسی اختلاف: پی ٹی آئی کے حامی بدنصیب بیٹے کا باپ کے ہاتھوں قتل

پاکستان میں عام انتخابات سے قبل صوبہ خیبر پختونخواہ میں قتل کا ایک واقعہ سامنے آیا ہے، جس میں ایک شخص پر سیاسی اختلافات کی بنا پر اپنے بیٹے کو مار ڈالنے کا الزام ہے۔ پولیس کے مطابق ملزم کے بیٹے کی عمر 31 سال تھی اور وہ کچھ عرصہ قبل ہی قطر سے لوٹا تھا، جہاں وہ ملازمت کرتا تھا۔ پولیس نے اس کے قتل کے حوالے سے مزید بتایا کہ اس نے پشاور کے مضافات میں واقع اپنے گھر پر سابق پاکستانی وزیر اعظم عمران خان کی جماعت پاکستان تحریک انصاف (پی ٹی آئی) کا جھنڈا لگایا تھا، جس پر اس کے اور اس کے والد کے درمیان جھگڑا شروع ہوا۔ پولیس کا کہنا ہے کہ مقتول کے والد کا تعلق عوامی نیشنل پارٹی سے ہے اور گزشتہ برسوں میں وہ اپنے گھر اسی سیاسی جماعت کا جھنڈا لگاتے رہے ہیں (ایجنسی)

فرانس کے صدر ایمانوئل میکرون نے دہلی میں نظام الدین درگاہ کا دورہ کیا

فرانس کے صدر ایمانوئل میکرون جمعہ کی شام دہلی میں نظام الدین اولیاء کی درگاہ پہنچے، ایمینوئل میکرون دہلی میں کرتوپتھ کے راستے پر منعقدہ 75ویں یوم جمہوریہ کی تقریبات میں مہمان خصوصی تھے، واضح رہے کہ وہ رات پونے دس بجے ملک میں صوفی ثقافت کے 700 سال پرانے مرکز پہنچے اور آدھے گھنٹے سے زائد تک وہاں رہے، ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ یہ درگاہ مشہور صوفی بزرگ نظام الدین اولیاء اور ان کے شاگرد امیر خسرو کا مقبرہ ہے، قبل ازیں صدر دروپدی مرمو نے راشٹرپتی بھون میں اپنے فرانسیسی ہم منصب میکرون کا خیر مقدم کیا اور ان کے اعزاز میں ضیافت کا اہتمام کیا۔ (نیوز رپورٹ)

اسرائیل کے خلاف کیس سننے کا اختیار ہے: عالمی عدالت انصاف

عالمی عدالتِ انصاف نے اسرائیل کی جنوبی افریقہ کا کیس نہ سننے کی درخواست مسترد کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کے پاس جنوبی افریقہ کی جانب سے اسرائیل کے خلاف غزہ میں مبینہ نسل کشی سے متعلق کیس سننے کا اختیار ہے، عدالت کی جانب سے اسرائیل کو غزہ میں ہلاکتوں اور نقصان کم کرنے کا حکم دیا گیا ہے؛ تاہم غزہ میں فوجی آپریشن بند کرنے یا جنگ بندی کا حکم نہیں دیا، عالمی عدالت انصاف کی جانب سے سُنائے گئے فیصلے میں کہا گیا ہے کہ 'اسرائیل کو حکم دیتے ہیں کہ وہ اپنے اختیار میں موجود تمام اقدامات اٹھائے تاکہ غزہ میں نسل کشی کے مترادف واقعات سے بچا جاسکے اور نسل کشی پر اُکسانے والوں کو سزا دی جائے (بی بی سی)

غزہ پر عالمی عدالتی فیصلے کے حوالے سے سلامتی کونسل کا اجلاس اگلے ہفتے: پریذیڈنسی

اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل پریذیڈنسی نے کہا ہے کہ کونسل کا اگلے ہفتے ہونے والا اجلاس عالمی عدالت انصاف کے اس فیصلے پر ہوگا جس میں اسرائیل سے غزہ میں نسل کشی بند کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا، فرانسیسی خبر رساں ادارے اے ایف پی کے مطابق بدھ کو ہونے والا یہ اجلاس الجزائر کی جانب سے طلب کیا گیا جس کی وزارت برائے خارجہ امور کا کہنا ہے کہ 'یہ اجلاس عالمی عدالت انصاف کے فیصلے اور ان اقدامات کی حمایت کا عکاس ہوگا جن کا اسرائیل کو پابند بنایا گیا ہے (اردو نیوز)

حوثیوں کے میزائل حملے سے برطانوی آئل ٹینکر میں آگ لگ گئی

یمن کے حوثی باغیوں نے جمعے کو خلیج عدن میں ایک برطانوی آئل ٹینکر پر میزائل حملے کا دعوی کیا ہے جس سے ٹینکر میں آگ لگ گئی، یہ ایران کی حمایت یافتہ ملیشیا کا انٹرنیشنل میری ٹائم پر تازہ ترین حملہ ہے، عرب نیوز کے مطابق اس سے قبل امریکی فوج نے کہا تھا کہ اس کے ایک جنگی جہاز نے حوثیوں کی طرف سے داغے گئے ایک میزائل کو مار گرایا ہے، امریکی اور برطانوی فورسز نے مشترکہ حملوں کے دو دور شروع کیے جس کا مقصد بحیرہ احمر کے اہم بحری راستے سے گزرنے والے بحری جہازوں کو نشانہ بنانے والے حوثیوں کی صلاحیت کو کم کرنا ہے، واشنگٹن نے یکطرفہ فضائی حملوں کا سلسلہ بھی جاری رکھا ہے لیکن حوثی بھی حملے جاری رکھے ہوئے ہیں (اردو نیوز)

سعودی عرب کی جانب سے غزہ پر عالمی عدالت انصاف کے فیصلے کا خیر مقدم

سعودی عرب نے عالمی عدالت انصاف کی جانب سے جاری ہونے والے ابتدائی فیصلے کا خیر مقدم کیا ہے جس کا مقصد غزہ میں فلسطینیوں کے خلاف نسل کشی کے کسی بھی عمل اور بیانات کو روکنا ہے، سرکاری خبر رساں ایجنسی ایس پی اے کے مطابق سعودی دفتر خارجہ نے ایک بیان میں عالمی عدالت انصاف کے فیصلے کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ 'اجتماعی نسل کشی سے متعلق اقوام متحدہ کے معاہدے کی خلاف ورزیوں اور قابض اسرائیلی حکام کے اقدامات کو پوری طرح سے مسترد کرتے ہیں (ایجنسی)

تعلیم وروزگار

ٹمریز میں داخلے، آن لائن درخواستوں کیلئے اعلامیہ جاری

ضلع اقلیتی بہبود آفیسر حیدرآباد ٹمریز کی سرکاری ویب سائٹ tmreistelangana.cgg.gov.in کے ذریعے اقلیتوں (مسلمان، عیسائی، پارسی، جین، سکھ اور بدھسٹ) کمیونٹیز اور غیر اقلیتوں (ایس سی، ایس ٹی، بی سی، او سی) کے اہل امیدواروں سے آن لائن درخواستیں مطلوب ہیں۔ 40 ٹی ایم آر اسکولس میں کلاس پنجم میں داخلے، 40 جونیئر کالجس (جنرل اینڈ ووکیشنل) اور 4 سی او ای ٹی ایم آر جونیئر کالجس میں اور اقلیتوں (مسلمانوں، عیسائیوں، پارسیوں کے لئے بیک لاگ ویکنسیس کے لئے جینز، سکھ اور بدھ) تعلیمی سال 2024-25 کے لئے کلاس VI، VII اور VIII میں، آف لائن درخواست فارم متعلقہ اسکولوں اور جونیئر کالجوں سے حاصل کئے جاسکتے ہیں اور آن لائن اپ لوڈنگ کے لئے براہ راست متعلقہ پرنسپلز کو جمع کراسکتے ہیں، ٹی ایم آر جونیئر کالجوں میں انٹرمیڈیٹ سال اول میں داخلے کے لئے ٹمریز طلباء کو ترجیح دی جائے گی جو ٹمریز کے اصولوں کے مطابق ان کی اہلیت سے مشروط ہے۔

ہیرے جواہرات کی شناخت وکٹنگ کورس

حکومت تلنگانہ کی جانب سے ہیرے جواہرات کی شناخت وکٹنگ (کرافٹ اینڈ جیمالوجی) کورس کا 5 فروری سے عظمت جاہ پیلس پرانی حویلی سٹ ون پر آغاز کیا جا رہا ہے، داخلے جاری ہیں۔ مزید تفصیلات کے لئے فون 8801488802 یا سٹ ون پرانی حویلی عظمت جاہ پیلس پر راست ربطہ کریں۔

سی بی ایس ای بورڈ کی ڈیٹ شیٹ، 15 فروری سے شروع ہوں گے امتحانات

کئی بورڈز نے دسویں، بارہویں کے امتحانات کی ڈیٹ شیٹ پہلے جاری کردی تھی اور اب سی بی ایس ای کی ڈیٹ شیٹ بھی جاری کردی گئی ہے، کلاس 10 اور کلاس 12 کے سی بی ایس ای بورڈ کے امتحانات 15 فروری 2024 سے شروع ہوں گے، ہندوستان اور بیرون ملک میں CBSE بورڈ سے منسلک اسکول ہونے کی وجہ سے اس کو ملک کا سب سے بڑا تعلیمی بورڈ سمجھا جاتا ہے، سی بی ایس ای بورڈ امتحان 2024 میں شرکت کرنے والے طلباء ڈیٹ شیٹ کے اجراء کا بے صبری سے انتظار کر رہے تھے۔ CBSE بورڈ امتحان 2024 کی ڈیٹ شیٹ کو آفیشیل ویب سائٹ cbse.gov.in اور cbse.nic.in پر چیک کیا جاسکتا ہے۔

مناسک حج اور عمرہ کے دوران پورٹیبل ایئر کنڈیشنر اقدام کا آغاز

سعودی عرب میں حج اور عمرہ چیریٹی ایسوسی ایشن نے مناسک کی ادائیگی کے دوران گرمی کی شدت کو کم کرنے اور ضیوف رحمان کی خدمت کے لیے پورٹ ایبل ایئر کنڈیشنر۔ اقدام شروع کیا۔ ایسوسی ایشن کے سی ای او انجینئر ترکی اختیر شی نے کہا کہ "ایسوسی ایشن ہر سال عمرہ زائرین کی خدمات کے لیے معیاری اقدامات اور اختراعی حل فراہم کرنے کے لیے کام کرتی ہے، اور اس بات کو یقینی بنانے کی کوشش کرتی ہے کہ اس کی مصنوعات زیادہ فائدہ مند ہوں اور ایمان کے سفر پر ان کا واضح اثر ہو۔ اختیر شی نے مزید کہا کہ پورٹیبل ایئر کنڈیشنر میں تیز کولنگ ٹیکنالوجی، 360 ڈگری کیس میں ایئر فلو کوریج موجود ہے اور یہ صرف 4 گھنٹے چارج کرنے کے بعد 12 گھنٹے تک کام کرتا ہے، انہوں نے کہا کہ ایئر کنڈیشنر میں 3 کولنگ رفتاروں کے ساتھ ایک اسمارٹ نمبر پر کنٹرول یونٹ بھی شامل ہے، اس میں مختلف موسموں کے مطابق سکھنے کے موڈ اور میٹنگ موڈ شامل ہیں، یہ جاگنگ سے لے کر پیدل سفر تک مختلف سرگرمیوں کے دوران گرون پر مضبوطی سے قائم رہتا ہے، اس کا ہلکا وزن اور ڈیزائن خدا کے مہمانوں کے لیے ایک منفرد اور آرام دہ تجربہ فراہم کرتا ہے، ایسوسی ایشن کے سی ای او نے مزید کہا کہ حج اور عمرہ کے نظام کے اندر کام کرنے والے اداروں کے درمیان تعاون موجود ہے، جو کہ خدا کے مہمانوں کی خدمت میں ایک واضح روڈ میپ اور اختراعی حل تیار کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے (ایجنسی)

طلبہ کے ایڈمیشن میں تکنیکی مشکلات پیش آنے کا شاخسانہ آکسفورڈ یونیورسٹی کے ٹاٹا گروپ سے معاملات ختم

عالمی سطح کی باوقار برطانوی جامعہ آکسفورڈ یونیورسٹی نے یونیورسٹی میں آن لائن اڈمیشن کے لیے طلبہ کو تکنیکی مشکلات پیش آنے کے بعد ٹاٹا کنسل ٹنسی سروس (ٹی سی ایس) سے معاملات ختم کردیں، یونیورسٹی کے ترجمان نے بتایا کہ یونیورسٹی میں داخلہ کے متمنی طلبہ کو جاری سال داخلوں کے آن لائن ٹسٹ میں تکنیکی مسائل درپیش آئے، اب ٹی سی ایس نے یونیورسٹی میں داخلوں کے آن لائن ٹسٹ کو طلبہ کو فراہم کا ذمہ دار نہیں رہے گا، ترجمان نے بتایا کہ ہر سال آکسفورڈ یونیورسٹی میں داخلہ کے لیے دنیا بھر سے ہزارہا طلبہ آن لائن داخلہ امتحان میں شرکت کرتے ہیں، یونیورسٹی برطانیہ کے 30 کالجوں کے ذریعہ دنیا بھر کے طلبہ کو انڈر گریجویٹ، پوسٹ گریجویٹ کورس فراہم کرتی ہے۔ آکسفورڈ یونیورسٹی کے طلبہ میں آنجہانی وزیراعظم اندرا گاندھی اور سابق وزیر اعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ بھی شامل رہے ہیں۔

ایک ہی چھت کے نیچے ہر طرح کی طباعت کفایتی شرح پر دستیاب
مدارس کے اشتہارات اور رسید کی چھپائی کا خصوصی نظم
Azimabad Printers
8434419421
9304022690
Raseed | Calender
Pamphlet | Letter Head
Invoice Book | Handbill
Poster | Flex/Banner
Text Book | Notebook
News Paper | Magazine
Add: Plot No. 905, Vachaspati Colony Road, Near- Kumhrar Gumti, Sandalpur, Patna-06

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

ضلع گڑھوا، جھارکھنڈ کے نقباء ونائبین نقباء امارت شرعیہ، علماء ائمہ دانشوران کا خصوصی اجتماع

ضلع گڑھوا، جھارکھنڈ کے نقباء ونائبین نقباء امارت شرعیہ، علماء ائمہ دانشوران کا خصوصی اجتماع زیر صدارت نائب ناظم امارت شرعیہ مولانا مفتی محمد سہراب ندوی قاسمی صاحب مورخہ 21 جنوری 2024 کو باندو کی بڑی مسجد میں منعقد ہوا، جس میں بڑی تعداد میں پورے ضلع گڑھوا سے علماء، ائمہ اور سماجی ذمہ داران شریک ہوئے۔ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے نائب ناظم امارت شرعیہ مولانا مفتی سہراب ندوی قاسمی نے فرمایا کہ آج مسلمان جن نامساعد حالات سے گزر رہے ہیں اس سے کم وبیش ہم میں سے ہر ایک شخص واقف ہے، واقعہ یہ ہے کہ ملت کے مسائل کم ہونے کے بجائے روز بروز بڑھتے جا رہے ہیں، ہر آنے والا دن نئی مصیبتوں کے ساتھ رونما ہو رہا ہے، اور نشانہ ہمیشہ ایک خاص ملت کو بنایا جا رہا ہے، مکاتب و مدارس پر خطرات کے بادل منڈلا رہے ہیں، مسلمانوں کے شعائر اور مساجد پر ناجائز قبضوں کی راہیں ہموار کی جا رہی ہیں، ایسے حالات میں ملت اسلامیہ پر لازم ہے کہ وہ مسائل کو حل کرنے کے لیے سر جوڑ کر بیٹھے اور اپنی صفوں میں اتحاد و اتفاق پیدا کرے، اور ایک مضبوط لائحہ عمل تیار کرے، مفتی صاحب نے اس موقع پر امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے قیام، اس کی ضرورت، اس کے نصب العین اور موجودہ وقت میں امارت شرعیہ کے متحدہ پلیٹ فارم اور اجتماعی فکری قیادت کی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی اور کہا کہ اس وقت ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم جذبۂ اطاعت کے ساتھ اپنی قیادت کی مضبوط تابعداری کریں، اسلام نے ہمیں کلمہ کی ڈور میں باندھا ہے، ہمیں تمام طرح کے اختلافات اور آپسی دوریوں، عصبیتوں اور نفرتوں کو ترک کر کے ایک امیر شرعی کے سایہ میں آگے بڑھنے کا عزم کرنا چاہئے، بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے مسلمان خوش نصیب ہیں کہ ان کے سروں پر امارت شرعیہ کی برکت سے ایک امیر شرعی کا سایہ ہے جو رات دن ملت کے مسائل کے حل اور صحیح رخ پر ان کی فکری قیادت کی خدمت انجام دے رہے ہیں، اس وقت امارت شرعیہ کے موجودہ امیر شریعت مفکر ملت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی جن کی فکرمندانہ اور بصیرت آگیں قیادت میں ملت کا کارواں رواں دواں ہے، ہمیں پوری حوصلہ مندی کے ساتھ یہ عزم کرنا چاہئے کہ ہم آخری دم تک اپنے امیر کے لئے اطاعت شعاری کا ثبوت دیتے رہیں گے، اس اجتماع میں پورے مجمع نے ہاتھ اٹھا کر امارت شرعیہ کی متحدہ قیادت کو قائم رکھنے اور ہر موقع پر امیر شریعت کی ہدایات پر عمل کرنے کا عزم دہرایا۔ مفتی صاحب نے نقباء اور خواص کی ذمہ داریوں کو بھی تفصیل سے بتایا اور انہیں اپنے علاقے میں امیر شریعت کا نمائندہ بن کر ملی خدمات انجام دینے کی تلقین کی اور مرکزی دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ سے جڑے رہنے کے فوائد سے آگاہ کیا، انہوں نے تعلیم اور معاشرتی اصلاح کی ضرورت پر بھی گفتگو کی، خاص طور پر جو خرابیاں تلک وجہیز کے نام پر درآئی ہیں انھیں ختم کرنے کی ضرورت پر زور دیا، انھوں بیٹیوں کو باپ کی وراثت میں حصہ دینے کے سلسلہ میں جو قرآنی ہدایات ہیں اس کی طرف بھی توجہ دلائی، اس اجتماع سے مولانا سہیل اختر قاسمی نائب قاضی امارت شرعیہ نے بھی خطاب کیا اور امارت شرعیہ کے اغراض و مقاصد پر تفصیلی روشنی ڈالی، انھوں نے کہا کہ اس وقت ملک حالات اچھے نہیں ہیں ایسے وقت میں ہم سب کو بیدار مغزی سے کام لینے کی ضرورت ہے، جو کمی اور کوتاہی دین و دنیا کی لائن سے ہمارے اندر آئی ہیں انھیں دور کر کے اپنے دین و دنیا کو سنوارنے کی ضرورت ہے، مولانا نے لوگوں کو تعلیم میں خصوصی دلچسپی لینے کی تلقین، انہوں نے کہا کہ موجودہ صورتحال کا جو ہم سے آج تقاضہ ہے؛ اگر ہم نے وقت رہتے ہوئے ترجیحی بنیاد پر اسے پورا نہیں کیا؛ تو آنے والی نسلیں ہمیں کبھی معاف نہیں کریں گی، یہ امارت شرعیہ کی تاریخ رہی ہے کہ اس نے ہر نازک موڑ پر ملت کے سفینے کی ناخدائی کی ہے۔ لہذا حالات کے پیش نظر ملت کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ امارت کو ہر سطح پر مضبوط کرے اور ان کی آواز پر لبیک کہے، اس میٹنگ میں شہر کے عمائدین کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔

اس پروگرام کو کامیاب بنانے میں مبلغین امارت شرعیہ محمد رضوان مظاہری، مولانا فیروز صاحب نے خاص طور پر محنت کی اور جناب مولانا محمد احسان قاسمی نگر اٹاری، حافظ مبین باندو، مولانا مقصود باندو، جناب عبد المنان باندو، جناب نعیم الدین صاحب مومن پورہ، مکھیا خالد چتر و پنچایت،، جناب چراغ الدین باندو، مولا خورشید مظہری چترو،، مولانا اکرم پچپڑھوا شریف نے ان مبلغین کا بھرپور ساتھ دیا، اجلاس کا آغاز قاری شمس الحق امام وخطیب جامع مسجد چترو کی تلاوت قرآن سے ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نعت کا نذرانہ بھی پیش کیا گیا، اخیر میں مفتی محمد سہراب ندوی صاحب کے دعا پر اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

2023 انسانی حقوق کی پامالی کا بدترین سال

خواجہ عبد المنتقم

کمزور اور مجبور انسان ہر دور میں ظلم وستم، ناانصافی، جبر وتشدد اور استحصال واستبداد کا نشانہ بنتے رہے ہیں، اکثر یہ کہا جاتا رہا ہے کہ دراصل اس پر آشوب دور میں انسانی حقوق ہی بنی نوع انسان کو ہر سطح پر، خواہ وہ انفرادی ہو، اجتماعی یا عالمی، مربوط کیے ہوئے ہیں ورنہ انسانی زندگی کا تحفظ تو کیا اس کا وجود بھی خطرے میں پڑ جاتا۔ صرف یہی نہیں بلکہ یہ بھی کہا جاتا رہا ہے کہ دور حاضر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی کرنے والا ملک مہذب ممالک کی صف میں نہیں کھڑا ہو سکتا مگر زمینی حقیقت اس کے برعکس ہے۔ انسان اور حیوان میں بنیادی فرق نطق اور شعور کا ہے اور ان خداداد صلاحیتوں کے سبب ہی انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ حاصل ہے۔ خدائے برتر نے رحمت للعالمین ہونے کے ناطے کائنات میں صرف اولاد آدم کو اپنی خلافت و نیابت سے سرفراز کیا اور یہ سب کچھ اس لیے کیا کہ وہ اس سرزمین پر احکام الٰہی جاری کرے اور اس عالم کو ظلم وستم، شر وفساد سے پاک وصاف رکھے اور امن وسلامتی کا گہوارہ بنائے لیکن اولاد آدم نے بندہ ہونے کے بجائے مالک وخالق بننے اور فرمان الٰہی سے روگردانی کرنے کی کوشش کی۔ مگر تاریخ گواہ ہے کہ جب جب ایسا کیا گیا، تو گمراہ قومیں صفحہ ہستی سے مٹا دی گئیں۔ عاد وثمود قوم صالح، قوم لوط، جنہیں اپنے اپنے دور میں نہایت ترقی یافتہ کہا جاتا تھا، آج ان کا وجود تک نہیں ہے۔ فرعون، نمرود، قارون، ہامان وشداد جیسے نافرمان اپنے فطری انجام کو پہنچے اور دنیا کے لیے عبرت بن کر رہ گئے۔ لیکن گزشتہ سال کچھ ایسے دلدوز واقعات پیش آئے جن کے پیش نظر بڑے یقین کے ساتھ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ دنیا کے مختلف حصوں میں جنگ وجدل کا ایسا ماحول بنا کہ اس پر انسانیت شرمسار ہے مگر پھر بھی انسانی حقوق کے یہ نام نہاد عظیم علمبردار سینہ تانے مہذب ممالک کی صف میں کھڑے ہیں اور ایسا محسوس ہونے لگا ہے جیسے انسان حیوان ہو چکا ہے۔ 7/ اکتوبر، 2023 کے حماس کے اس حملے کے بعد جس میں 150 اسرائیلی ہلاک ہوئے اور 35 اسرائیلی فوجی پکڑے گئے، اسرائیلی وزیر اعظم نے جنگ کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا، وہ سب کے سامنے ہے۔ یہ مانا کہ 7/ اکتوبر کو جو کچھ ہوا، وہ نہیں ہونا چاہیے تھا لیکن اس کے بعد جو ہوا وہ ایسی داستان دلدوز ہے جس نے ذی فہم اسرائیلیوں اور دنیا کے تمام مہذب لوگوں کو بھی سکتہ میں ڈال دیا اور ایسا لگنے لگا جیسے اسرائیل کے حکمراں حماس سے دوسری جنگ عظیم کے دوران نازی جرمنی اور ان کے حامیوں کے ہاتھوں یہودیوں کے قتل عام کا بدلہ لے رہے ہوں۔ یہ مانا ہر محب الوطن کو اپنے شہری اور فوجی جان سے زیادہ پیارے ہوتے ہیں لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ وہ بے گناہ شہریوں کی اندھادھند جان لے لے، انہیں بھوکا رکھے، مریضوں کا علاج نہ ہونے دے، اسپتالوں کو تباہ کر دے اور یہودی حکمراں یہ بھی بھول جائیں کہ یہ مسلمان ہی تھے جنہوں نے دوسری جنگ عظیم کے دوران یہودیوں کو اس وقت پناہ دی تھی جب مختلف ممالک میں لوگ ان کے خون کے پیاسے ہو چکے تھے، کوئی ان کا ساتھ دینے والا نہیں تھا، کوئی انہیں پناہ دینے کے لیے تیار نہیں تھا اور وہ پناہ لینے کے لیے بے سایہ در در بھٹک رہے تھے۔ اگر اسرائیل کے حامی ممالک اسے مہلک ہتھیار دینے کے بجائے اور اس کے اپنے ہی brain child حماس کو محدود فوجی کارروائی کے بعد میز پر لانے کی کوشش کرتے تو دونوں جانب غیر متناسب یعنی 1:100 کی شرح سے مالی و جانی نقصان نہ ہوتا، نہ انسانیت شرمسار ہوتی اور نہ بیشتر بے گناہوں کو ناکردہ گناہوں کی سزا ملتی۔

کیا انسانی حقوق کے علمبردار انسانی حقوق سے متعلق دستاویزات کے ان التزامات کو بھی بھول گئے جیسے دفعہ 5 کے مطابق کسی شخص کو تشدد اور ظلم کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا اور کسی شخص کے ساتھ غیر انسانی اور ذلت آمیز سلوک نہیں کیا جائے گا یا ایسی سزا نہیں دی جائے گی۔ (انسانی حقوق کا عالمگیر اعلامیہ 1948) دفعہ 7 کے مطابق کسی شخص کو سخت اذیت نہیں پہنچائی جائے گی اور نہ ہی اس کے ساتھ غیر انسانی اور ذلت آمیز سلوک کیا جائے گا اور نہ ہی ایسی سزا دی جائے گی۔ دفعہ 1 (ب) کے مطابق نسلی امتیاز اور بیرونی تسلط انسانی رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے۔ لہذا اس بات کی ضرورت ہے کہ اس قسم کی سرگرمیوں کی مذمت کی جائے اور ان کے خاتمے کے لیے کوشش کی جائے۔ دفعہ 5 کے مطابق ہر شخص کو اپنی جسمانی، ذہنی اور اخلاقی ہیئت کے احترام کا حق حاصل ہے، اس کے ساتھ کسی بھی قسم کا ظالمانہ، غیر انسانی یا ذلت آمیز برتاؤ نہیں کیا جائے گا اور نہ کسی قسم کی اذیت پہنچائی جائے گی۔ دفعہ 32 کے مطابق ہر شخص کی اپنے خاندان، اپنے فرقے اور انسانیت کے لیے کچھ ذمہ داریاں ہیں۔ کسی جمہوری معاشرے میں ہر شخص کے حقوق دوسروں کے حقوق، عام لوگوں کی سلامتی اور عام بہبود کے تقاضوں کے باعث محدود ہو جاتے ہیں۔ (انسانی حقوق سے متعلق امریکی کنونشن (1969)

علاوہ ازیں اقوام متحدہ نے اپنی 11 دسمبر 1946 کی قرارداد میں کیے گئے اس فیصلے کے مدنظر کہ نسل کشی بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی ہے، 9 دسمبر 1948 کو نسل کشی کے انسداد اور سزا سے متعلق کنونشن منظور کی جو 12 جنوری 1951 کو نافذ العمل ہوئی، اس کی دفعہ 1 میں یہ ہے کہ معاہداتی فریقین اس بات کی توثیق کرتے ہیں کہ نسل کشی، خواہ اس کا ارتکاب عام حالات میں کیا جائے یا جنگ کے زمانے میں، بین الاقوامی قوانین کے تحت جرم ہے اور وہ اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ وہ اس کا انسداد کریں گے اور مجرمین کو سزا دیں گے۔ اس کنونشن میں نسل کشی سے مراد ہے کسی گروپ کے لوگوں کو ہلاک کرنا، کسی گروپ کے لوگوں کو شدید جسمانی یا ذہنی اذیت پہنچانا اور کسی گروپ کے لوگوں کے لیے ایسے حالات پیدا کر دینا کہ اس کا مکمل طور سے یا جزوی طور پر وجود ہی ختم ہو جائے۔ یہی سب کچھ غزہ میں ہو رہا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے زخم مندمل ہو جاتے ہیں اور ہو جانے بھی چاہئیں ورنہ نفرت کی آگ کبھی نہیں بجھ سکتی لہٰذا فریقین کو چاہیے کہ باہمی گفتگو سے اس مسئلہ کا کوئی پائیدار حل نکالیں۔ فریقین کے حامیوں کو بھی چاہیے کہ وہ منھ میں رام رام اور بغل میں چھری کے فارمولے پر عمل نہ کریں۔ مندرجہ ذیل شعر پر عمل تو ہو چکا۔ اب دیانتداری سے کام لینے کی ضرورت ہے:

ساحل کے تماشائی ہر ڈوبنے والے پر ☆☆ ☆ افسوس تو کرتے ہیں امداد نہیں کرتے

Scanned with CamScanner

پارلیمانی الیکشن اور مسلمان

سید ظفر عالم باروی

پارلیمانی الیکشن کا اب قریب آچکا ہے پورے ہندوستان میں سیاسی جماعتوں کا گہما گہمی شروع ہوگئی ہے۔سیاسی پارٹیاں ووٹوں کے جوڑ توڑ میں لگ گئی ہے۔مختلف سیاسی و مذہبی طبقات کو کیسے قریب کیا جائے اس کی حکمت عملی تیار کرنے میں تمام سیاسی پارٹیاں ایک دوسرے سے سبقت حاصل کرنے کی کوشش کررہی ہے۔اس وقت ہندوستان کے سیاسی منظرنامہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ملک گیر سطح پر دومحاذ نظر آتا ہے۔ India national democratic inclusive alliances (INDIA) انڈیا اتحاد اور دوسرا National democratic alliance (ADN) ظاہر ہے این ڈی اے مسلمانوں کے لئے قابلِ قبول نہیں اس لئے کہ یہ بنیادی طور پر بی جے پی محاذِ ہے کسی بھی جمہوری ملک کی سیاست اگر دو پارٹیوں یا دومحاذ کے گرد مرکوز ہوجائے تو عوام کا انتخاب کافی محدود ہوجاتا ہے۔ایک سے ناراض ہوتو دوسرے کا تجزیہ کریں اور دوسرے سے بیزار ہوں تو پھر پہلے کی طرف رجوع کریں۔ جب بھی ملک گیر سطح پر یا ریاستی سطح پر تیسرا متبادل نظر آیا تو مسلمانوں نے اسی کو ترجیح دی۔ پارلیمانی الیکشن میں اب تک تیسرا مورچہ یا محاذ ابھرا نظر نہیں آرہا ہے۔تیسرے محاذ یا مورچہ کے نام پر جو پارٹیاں ایک پلیٹ فارم پر آنے کے لئے کوشاں ہیں ان میں صرف بایاں محاذ ہی ایک مضبوط گروپ ہے۔باقی تمام سیاسی پارٹیاں ہیں۔تمام سیاسی پارٹیاں یہ محسوس کرتی ہے کہ مسلمانوں کے بغیر ان کی کشتی پار نہیں لگ سکتی ہے۔لہذا انڈیا اتحاد اور این ڈی اے محاذ مسلمانوں کو لبھانے کے لئے طرح طرح کے منصوبے بنا رہے ہیں 16 اکتوبر 2023 کو اتر پردیش میں پسماندہ مسلمانوں کے ساتھ این ڈی اے کی ایک زبردست نشست ہوئی تھی جو مسلمانوں کو لبھانے کی پوری کوشش کی گئی اس کے بعد دوبارہ اسی اتر پردیش کے بریلی میں بھی پسماندہ مسلمانوں کو لبھانے کی پوری کوشش کی گئی۔انڈیا اتحاد کے تعلق سے اس بار مسلمانوں کا موقوف کیا ہو؟ اس کے لئے اس سے قبل یو پی اے UPA یونائیٹیڈ پروگریسیو الائنس کے دس سالہ دور اقتدار کا تجزیہ کرنا چاہیے یہ ایک تفصیل طلب موضوع ہے۔تاہم ایک سرسری جائیزہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ یو پی اے اپنے دور اقتدار میں مسلمانوں کی بہبود کی غرض سے بعض اہم کام انجام دئے ہیں۔ مثلاً دیہی روزگار یوجنا، سروشکچھا ابھیان، اور لازمی تعلیم قانون، مسلم طلباء و طالبات کے لیے اسکالرشپ اسکیم، نیشنل اقلیتی کمیشن وغیرہ وہیں دوسری طرف زبردست مہنگائی، دہشتگردی کے نام پر بے گناہ مسلم نوجوانوں کی پکڑ دھکر کا جو سلسلہ این ڈی اے کے اقتدار میں شروع ہوا تھا وہ یو پی اے کانگریس کی سیکولر سرکار کے زمانے میں نہ صرف جاری تھا بلکہ اس نے ظلم و ناانصافی کی تمام حدود کو پار کرلیا تھا۔یو پی اے یعنی کانگریس کی حکومت نے رنگا ناتھ مشرا کمیشن کی رپوٹ، بٹلہ ہاؤس ان کاؤنٹر اور دہشتگردی کے اہم واقعات کی جوڈیشل انکوائری کے مطالبہ پر کانگریس کی حکومت کو سانپ سونگھ گیا تھا فسطائی اور فرقہ پرست عناصر کے دہشت گردی کے معاملات میں ملوث ہونے کے واضع ثبوت آچکے تاہم اس وقت کی مرکزی حکومت ان کے خلاف کوئی سخت کاروائی سے گریز کرتی رہی۔سب سے زیادہ پیچیدہ اور غیر یقینی صورت حال اتر پردیش کا ہے۔ جہاں بھارتیہ جنتا پارٹی کی ایک مضبوط حکومت ہے۔ یہاں سماج وادی پارٹی، بہوجن سماج وادی پارٹی کے علاوہ کانگریس سیکولر پارٹی کے قطار میں ہے۔

اس ریاست میں بالعموم مسلمانوں کی سیاسی حکمت عملی ہمیشہ بی جے پی کے امیدواروں کے مقابلے میں مضبوط سیکولر امیدوار کرتی رہی ہے ایک سیکولر لیڈر اگر ہمارا مسیحا نہیں ہے تو ہمارا دشمن بھی نہیں ہے اس کی آواز فرقہ پرستوں کے خلاف ضرور ہوتی ہے۔بہار کا منظرنامہ اس بار بدلا ہوا ہے مسٹر نیتیش کمار نے بی جے پی سے ناتا توڑ لیا ہے اور یہ ناتا بہار کے مسلمانوں کے بھروسہ پر توڑا ہے۔اس وقت مسٹر نیتیش کمار کی کارکردگی سے سب خوش ہیں۔کیا اپنے کیا بیگانے۔راشٹریہ جنتا دل کے سپریمو لالو پرساد یادو اس وقت جیل کے سلاخوں میں سزا کاٹ کر باہر ہیں اور دوسرے مقدمات میں بیل پر ہیں۔مسٹر لالو پرساد یادو کے 15 سالہ حکومت میں مسلمانوں کے جو کام نہیں ہوسکے تھے وہ کام مسٹر نیتیش کمار کی حکومت نے کر دکھایا۔لالو پرساد یادو جی ہر بار میاں جی کو ہی جھانسہ دیتے رہے کہ ہم نے دنگا فساد نہیں ہونے دیا۔اب اس سے زیادہ مسلمانوں کو کیا چاہیے لیکن مسٹر نیتیش کمار نے بہار کی حکومت 2005ء میں سنبھالتے ہی بھاگلپور فسادات متاثرین کے زخموں پر نمک نہیں رکھا بلکہ ترقی کی شاہراہ بھی مسلمانوں کے لیے کھول دی۔ہندوستان کے مسلمانوں میں تعلیمی و معاشرتی فروغ فسادات ہمیشہ رکاوٹ بنتے رہے ہیں۔

1989ء میں بہار کے بھاگلپور میں رونما ہوئے خوفناک و رونگٹے کھڑے کرنے والا فساد کانگریس کے دور حکومت میں رونما ہوا اس وقت کانگریس کے وزیراعلیٰ ستندر کمار سنہا تھے اس وقت پورے ہندوستان کی عوام سہم گئی۔لگ بھگ تین ماہ تک لگاتار فساد ہوتا رہا۔فساد کے وقت اس وقت کے وزیراعظم آنجہانی راجیو گاندھی کے بھاگلپور دورہ کے بعد فساد تیزی کے ساتھ بڑھا اس کی وجہ یہ تھی بہار کے وزیراعلیٰ بھاگوت جھا کو ہٹا کر راجیو گاندھی نے ستندر کمار سنہا کو بہار کا وزیراعلیٰ بنا دیا تھا۔ بھاگوت جھا کے لوگوں نے فساد میں گھی کا کام کیا۔اس فساد سے ناراض ہوکر پورے ہندوستان کے مسلمانوں نے متحد ہوکر کانگریس کی حکومت کے خلاف ووٹ ڈال کر بہار سے کانگریس کی حکومت کو بے دخل کر دیا تھا۔ بھاگلپور فساد کے سبب ہی بہار میں لالو پرساد حکومت سنبھالنے میں کامیاب ہوئے۔لیکن لالو پرساد اور انکی حکومت بھاگلپور فساد کے سرغنہ کامیشور یادو اور دوسرے فساد کے مجرموں کو پوری پناہ دی اور بھاگلپور فساد سے متعلق 29 تمام مقدموں کے فائل کو بند کروا دیا تھا۔مسٹر نیتش کمار نے 2005ء میں بہار کی حکومت کی باگ ڈور سنبھالتے ہی بھاگلپور فساد کی 29 مقدموں کی فائیل کو دوبارہ کھلوا کر تیزی کے ساتھ مقدمہ کو آگے بڑھا کر بھاگلپور فساد میں کلیدی کردار ادا کرنے والے کامیشور یادو اور دیگر فرقہ پرست قاتلوں کو عمر قید کی سزا دلوا کر جیل کے سلاخوں میں بند کر دیا۔مسٹر نیتش کمار نے بھاگلپور فساد میں مسلمانوں کی زمین و جائیداد پر زور زبردستی قابض لوگوں سے جائیداد چھین کر مسلمانوں کو واپس دلوایا۔فساد میں شہید ہونے والے 853 افراد کے متعلقین کو 2500 سے 5000 روپیہ تک کا ماہانہ پینشن مقرر کر دیا اتنا ہی نہیں کامیشور یادو کو لالو پرساد یادو کے زریعہ دیا گیا اعزاز کو مسٹر نیتیش کمار نے واپس لے لیا اس کے علاوہ مسلمانوں کے لئے کئی منصوبوں کو چلوایا۔ جس میں قبرستان کی گھیرا بندی، قابل قدر خانقاہوں میں جدید تعمیر کا منصوبہ، اردو اساتذہ کی بحالی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا برانچ کے لئے زمین کی فراہمی، مولانا مظہر الحق عربی فارسی یونیورسٹی، تربیت کو چینگ منصوبہ، سائیکل منصوبہ، پوشاک منصوبہ، وزیراعلیٰ دختر تحفظ منصوبہ، وزیراعلیٰ دختر شادی منصوبہ، مسلم طلاق شدہ خواتین منصوبہ، 4 لاکھ نیوجت اساتذہ کو سرکاری ملازمین کا درجہ وزیراعلیٰ مسٹر نیتش کمار نے دیا۔نیتش کمار جب تک بی جے پی کے اشتراک سے حکومت میں تھے تب تک فیصلہ نہیں کر پائے تھے۔

مندرجہ ذیل بالا تمام حقائق کو دیکھتے ہوئے واضح ہوجاتا ہے کہ بہار میں جنتا دل یونائیٹیڈ (جدیو) کی نیتش کمار کی حکومت (انڈیا اتحاد) میں مسلمانوں کی ترقی و خوشحالی تحفظ اور چہار طرفہ ترقی و فروغ کے لئے کئی منصوبہ کو عملی جامہ پہچایا گیا ہے۔آسام ایک ایسی ریاست ہے جہاں جموں کشمیر کے بعد آبادی کے لحاظ سے مسلمان سب سے زیادہ ہیں۔یہاں مسلمانوں کی آبادی تقریباً 34 فیصد ہے آسام میں لوک سبھا کی 14 سیٹوں میں 6 سے 7 پر مسلمان باآسانی الیکشن جیت سکتے ہیں اور 5 سے 6 پر الیکشن کے نتائج کو متاثر کرسکتے ہیں۔پچھّم بنگال میں مسلمانوں کی آبادی تقریباً 27 فیصد ہے یہاں بی جے پی کوئی فیکٹر نہیں ہے۔ترنمول کانگریس سے اس کا سمجھوتہ ٹوٹ جانے کے بعد مزید بے دست پا ہوگئی یہاں اصل مقابلہ ترنمول کانگریس اور بایاں محاذ کے درمیان ہے۔

کیرالہ میں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب 26 ہے یہاں کانگریس اور بایاں محاذ کے درمیان رہتا ہے۔اس طرح یہاں کے نتائج کسی بھی رخ پر جائے مرکز میں اس کا فائدہ سیکولر قوتوں کو ہی پہنچتا ہے۔اندھرا پردیش کا سیاسی منظر نامہ بھی کافی الجھا ہوا ہے۔تاملناڈو، مدھیہ پردیش، چھتیس گڑھ راجستھان، گجرات میں مقابلہ انڈیا اتحاد اور این ڈی اے درمیان ہی ہوگا۔لہذا ان ریاستوں میں مسلمانوں کے سامنے کوئی پیچیدگی نہیں ہے۔مہاراشٹرا میں مسلمان این سی پی سے ناراض ہیں۔یہاں مسلمانوں کی پریشانی یہ ہے کہ ایک طرف کھائی تو دوسری طرف کنواں۔یہاں ملی جماعتوں میں فکری و عملی ہم آہنگی کی ضرورت ہے۔اس بار ایسا لگتا ہے کہ کانگریس بھارتیہ جنتا پارٹی کے لیے گزشتہ شکست سے زیادہ سنجیدہ ہے۔اگر آپ 1952ئسے لیکر 2019ء تک لوک سبھا کے نتائج دیکھیں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ کبھی مسلمانوں کو خاطر خواہ نمایندگی نہیں ملی۔ 1952ء میں 489 ممبران پارلیمنٹ ہاؤس میں 21 مسلمان ایم پی تھے۔ 1977ئتک ملک کے طول وعرض کانگریس کی حکومت تھی۔مسلمانوں کی نمائندگی 21 سے 34 تک کہ درمیان رہی۔اس طرح ایوان میں مسلمانوں کی نمائندگی 21 سے 34 کے درمیان رہی۔اس طرح مسلمانوں کی نمائندگی 2 سے 7 فیصد کے درمیان رہی۔صرف 1980ء میں یہ تعداد 49 تک ہوگئی تھی۔ 1989ء کے بعد ملک کی سیاست میں بھارتیہ جنتا پارٹی کا زور بڑھا اور رام مندر تحریک نے ملک کی فضا کو پوری طرح فرقہ وارانہ رنگ میں رنگ دیا اور polarisation کا دور شروع ہوگیا۔اس کے بعد سے ہی مسلمانوں کی نمائندگی گھٹتی چلی گئی 2004ئکے پارلیمنٹ الیکشن میں صرف 22 مسلمان جیتنے میں کامیاب ہوئے جو پچھلے 62 سال میں سب سے کم تھا۔

15ویں لوک سبھا الیکشن میں صرف 22 مسلمان اور 16ویں لوک سبھا میں جس نریندر مودی کے قیادت میں بھارتیہ جنتا پارٹی کو واضع اکثریت حاصل ہوئی کل 23 مسلمان ایم پی الیکشن جیت کر پارلیمنٹ پہنچے۔17ویں لوک سبھا میں مسلم ممبر پارلیمنٹ 27 ہیں اس طرح لوک میں مسلمانوں کی صرف %4•42 ہے جو 1957ء کے بعد سب سے کم ہے۔انڈین اکسپریس نیوز کے مطابق ملک کی آبادی میں مسلمانوں کی حصہ داری 5•10 فیصد ہونی چاہیے اس وقت 4•42 فیصد ہی ہے۔ان اعداد وشمار سے واضح ہوجاتا ہے کہ مسلمان سیاسی طور پر پوری طرح Marginalised ہوگئے ہیں۔مسلمانوں کو سیاسی طور پر اچھوت بنا کر رکھنے کی سازش پوری طرح کامیاب ہوتی نظر آرہی ہے۔ 2014ء کے الیکشن میں نریندر مودی نے کانگریس موکت بھارت کا نعرہ دیا تھا۔ 2014ء میں نریندر مودی نے پورے بھارت میں ہندو ہردے سمراٹ بن کر ابھرے اور انہوں نے ایسی ہوا چلائی کے سارے پچھڑے اور دلت ان کے ساتھ ہوگئے۔ہندوستانی سیاست کی دوسری خطرناک بات یہ ہے کہ اس وقت پورے ہندوستان میں سیکولرازم ایک دھوکے کی ٹٹی ثابت ہوچکی ہے۔لہذا ہندوستانی سیاست اس وقت ایک خطرناک موڑ پر ہے اور اقلیت بالخصوص مسلمانوں کو حاشیہ پر رکھ کر بلکہ ان کو اور انکے ایشوز کو پوری طرح سے نظر انداز کر کے سیاست کرنے کا رجحان نظر آرہا ہے اس طرح ہندوستانی جمہوریت فسطائیت کا روپ اختیار کرتی جارہی ہے۔18 ,ویں صدی کے انگلینڈ کے مشہور پارلیامنٹریں ایڈمنڈر برک نے کہا تھا " citizen's is In democracy, in the majority of oppression upon the capable of exercising the most cruet minority " جمہوریت میں اکثریت، اقلیت پر حد درجہ ظالمانہ تعزیب کی صلاحیت رکھتی ہے اس کی مثال ہم جرمنی، اٹلی، اسرائیل، کمبوڈیا، میانمار، اور بھارت میں دیکھ سکتے ہیں۔ملک میں 29 ریاستیں ہیں جن میں سے پہلی بار مرکز سمیت 15 ریاستوں میں کوئی مسلم وزیر نہیں ہے۔کسی بھی صوبہ میں مسلم وزیراعلیٰ نہیں ہے اس وقت 28 گورنروں میں صرف 2 مسلم گورنر ہے ایک اندھرا پردیش میں ایس عبدالنظیر اور دوسرے کیرالہ میں محمد عارف خاں۔ 7 بڑے عہدوں پر ایک بھی مسلمان نہیں ہے۔ان میں صدر، نائب صدر، اسپیکر، چیف جسٹس، وزیراعظم، چیف الیکشن کمیشن، اور راجیہ سبھا میں اپوزیشن لیڈر کے عہدے شامل ہیں۔سپریم کورٹ میں اس وقت کل 34 جج ہیں جن میں سے ایک جج مسلمان ہے۔وزیراعلیٰ کی بات کریں تو اس وقت ملک کی 28 ریاستوں میں اور دو مرکز کے زیر انتظام صوبہ میں منتخب وزیراعلیٰ ہیں ان میں سے 25 ,وزیراعلیٰ ہندو ہیں 2 عیسائی ایک ایک بدھ اور سکھ برادری سے ہے۔جموں و کشمیر میں پہلے مسلمان وزیراعلیٰ بنتے تھے لیکن 2019ء کے بعد وہاں الیکشن نہیں ہوئے۔ان حالات میں مسلمانوں کو حکمت و تدبیر کے ساتھ فیصلہ کرنا ہوگا اور فسطائی طاقتوں کو کمزور کرنے کے لئے منصوبہ سازی کرنی ہوگی۔

Scanned with CamScanner

نوجوان دعوت دین کی ذمہ داری نبھائیں

اَشفاق پرواز

خدائے تعالیٰ کی بندگی کی دعوت دراصل دنیا کی سب سے عظیم نعمت ہے جو ایک انسان دوسرے انسان کو دے سکتا ہے۔ یہ خیر خواہی میں سب سے بہترین خیر خواہی ہے کہ ہم اپنے بھائی کو جہنم کی آگ سے بچانے کی خاطر اور اپنے ساتھ جنت میں لے جانے کی خاطر اس فکر میں تڑپتے رہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا خیر خواہی ہوسکتی ہے کہ آپ اپنے بھائی کو ابدی زندگی میں خوشحال دیکھنا چاہتے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ دینی تنظیموں کی ترجیحات میں سب سے اولین درجہ دعوت کو دیا گیا ہے۔

آج ملت کے نوجوانوں کا ایک بہت ہی قلیل طبقہ اپنی دعوتی ذمہ داریوں کو سمجھ پایا ہے۔ نوجوانوں کا ایک بڑا گروہ سرے سے دعوتی ذمہ داری کا اس بنا پر انکار کرتا ہے کہ ہمیں سب سے پہلے خود اپنی ملت کے نوجوانوں کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ جب اتنا بڑا میدان ہمارے سامنے ہے تو اپنے لیے ایک نیا محاذ کھولنا کس طرح مناسب ہوسکتا ہے؟ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آج امت کے نوجوانوں کی اکثریت دین اسلام کی بنیادی تعلیمات سے غافل ہے اس کا یہ مطلب نکالا جائے کہ جب ہم اپنے نوجوانوں کی اصلاح و تربیت مکمل کر لیں تو دعوتی کام کی ضرورت باقی نہ رہے گی اور ہمارے غیر مسلم ساتھی خود بہ خود ان کی سیرت و کردار سے متاثر ہوکر حلقہ اسلام میں داخل ہوں گے، صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن کی رو سے ''دعوت'' اور ''اصلاح'' دو الگ الگ کام ہیں۔ جو کہ ہماری یکساں توجہ کے مستحق ہیں۔ یہاں پر یہ قیاس کرنا بالکل بھی مناسب نہ ہوگا کہ ہم اپنی ملت کے نوجوانوں کی اصلاح و تربیت سے فارغ ہوجائے تو پھر ''دعوت'' کی طرف توجہ کریں گے کونکہ نہ تو ہم ''اصلاح و تربیت'' کے لیے کوئی ٹائم فریم مقرر کر سکتے ہیں کہ دس، پندرہ یا بیس سالوں کی ڈیڈ لائن سے پہلے ہم یہ کام مکمل کر لیں گے اور نہ ہی ہم اصلاح و تربیت کا کوئی ایسا پیمانہ رکھتے ہیں جس پر انسان کو بٹھایا جائے اور الیکٹرانک ریڈنگ ہمیں یہ بتادے کہ اس شخص کی تربیت مکمل ہوچکی ہے یا نہیں۔ تربیت تو ایک مسلسل عمل ہے۔ جو انسان کی سانس ٹوٹنے تک چلتا رہتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کام کا آغاز دعوت سے کیا وہیں اس دعوت کے قبول کرنے والوں کی اصلاح و تربیت کا مناسب اور اعلیٰ معیار کا انتظام بھی فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل ان دونوں کاموں کو انجام دیتے رہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت نے جہاں اپنے وابستگان کو مسلم نوجوانوں سے روابط قائم کرنے کی ترغیب دی وہیں کم از کم دو غیر مسلم نوجوانوں سے دعوتی روابط رکھنے کو لازمی ٹھہرایا ہے۔

ہمارے نوجوانوں کی ایک دوسری بڑی اکثریت ایسی بھی ہے جو دعوتی کام کی اہمیت کا احساس تو رکھتی ہے لیکن اس کارِ دعوت کو انجام دینے کے طریقے کار سے واقف نہیں۔ اس کا نتیجہ ہے کہ ہم دعوتی کام کے آغاز سے پہلے ہی رک جاتے ہیں اور اپنی کالج لائف کا ایک بڑا حصہ اسی تذبذب میں گزار دیتے ہیں کہ شروعات کہاں سے ہو اور کیسے ہو؟ ہم مختلف شبہات میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ کبھی ہمیں کالج میں اپنے امیج کا خیال اس کام سے روک دیتا ہے تو کہیں کالج انتظامیہ کا بے وجہ خوف، تو کبھی دنیا کے کسی حصے میں ہونے والا کوئی سانحہ ہمارے قدم ڈگمگا دیتا ہے۔ ان تمام وجوہات کے ساتھ ساتھ ایک اور بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ جس شخص کو ہم دعوت دے رہے ہیں اس کے مذہب اور عقیدے کے متعلق ہمیں جب تک مکمل معلومات نہیں ہوں گی ہم اسے مطمئن نہیں کر سکیں گے۔ یہ ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے جس کے ہم شکار ہیں۔ اس معاملہ میں ہمیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو نمونہ بنانہ ہوگا چناچہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی کو دیکھتے ہیں کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اسلام کی طرف بلانے کے لیے ان کی مذہبی کتابوں کا سہارا نہ لیا ہے نہ ان کے عقیدوں پر بحث کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نظام ہائے زندگی اور عقیدوں کی حکیمانہ انداز میں نفی کرتے ہوئے اسلام کو کامیابی و نجات کا واحد راستہ قرار دیا۔

بے بنیاد عقیدوں اور تحریف شدہ کتابوں کے سہارے اسلام کو ظاہر کرنے کی کوئی بھی ضرورت نہیں ہے۔ دین اسلام کا بنیادی علم اور دیگر عقاید کی واقفیت کم از کم ہمارے اس کام کے لیے بہت کافی ہے۔ دعوت کے لیے کسی خاص طریقے کو اپنے لیے اُصول بنالینا بھی کسی حد تک مناسب نہیں ہے۔ بلکہ دعوت فرد اور موقع کے لحاظ سے مختلف انداز میں دی جاسکتی ہے۔ میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ جب تک ہم اس میدان میں کود نہیں پڑتے تب تک دعوت کے مختلف طریقے ہم پر نہیں کھل سکتے۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہر پہلو بڑی بہترین مثالیں ملتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوتی انداز میں ہمیں خیر خواہی، ہمدردی اور ایثار کے جذبات نمایاں نظر آتے ہیں لہٰذا ہمارا انداز دعوت بھی انہی جذبات سے سرشار ہونا چاہیے۔ نہ کہ ہم مدعو کو چیلنج (Challange) کر کے اس سے مقابلہ آرائی کریں۔

اپنی زندگی کے اس سفر میں جب میں فریضہ دعوت کی انجام دہی میں اپنی پستی اور کوتاہیوں پر نظر ڈالتا ہوں اور گہرے شعور کے ساتھ اس کام کا تہیہ کرتا ہوں تو میں اپنے آپ کو کالج لائف کے آخری ایام میں پاتا ہوں۔ اس وقت تک بہت دیر ہوچکی ہوتی ہے۔ کچھ ہی دنوں میں ہم کالج چھوڑنے والے ہوتے ہیں اور وہ ہمارے ساتھ دن رات اٹھنے بیٹھنے والے ہمیشہ کے لیے ہم سے جدا ہونے والے ہوتے ہیں۔ نہ جانے ان میں سے کوئی اعلیٰ تعلیم کے لیے باہر چلا جائے، کوئی ملازمت کے حصول کے لیے کسی دوسرے شہر چلا جائے اور ہم سب اپنی اپنی مصروفیاتِ زندگی میں گم ہوکر رہ جائیں۔ اور ان سب سے ہمارا تعلق اس وقت تک کے لیے ختم ہو جائے جب ہم میدانِ حشر میں جمع ہو جائیں۔ ہمارے یہی ساتھی ہمیں اللہ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم قصوروار ٹھہرائیں کہ ہم نے ان سے حق کو چھپائے رکھا۔

دعوت کے جتنے مواقع کالجوں میں ہیں یقین جانئے کالج سے باہر کی دنیا میں بہت کم میسر آسکتے ہیں۔ آج مجھے اس بات کا احساس بڑی شدت سے ہورہا ہے جب میں نے کالج کی زندگی سے باہر قدم رکھا ہے اور یقین مانے کہ اسی بات نے مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کیا کہ میں اپنے ساتھی داعیان دین کو اس بات سے آگاہ کروں کہ وہ اپنے دعوتی سفر کا آغاز کرنے میں دیر نہ کریں۔

اگر آپ کا تعلق کسی دینی تنظیم کے ساتھ ہے تو ظاہری بات ہے کہ دعوت دین آپ کی تنظیم کا لبِ لباب ہوگا۔ ایک داعی گروہ ہونے کی حیثیت سے آپ کو ارشاد ربانی کی روشنی میں اپنے دعوتی پروگرام کو آگے بڑھانا ہوگا۔ نوجوان طبقے کی نفسیات کو سمجھنا ضروری ہے۔ اور بڑی ہمدردی، شفقت اور وسیع القلبی کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ چڑھتی جوانی میں مزاج تند و تیکھا ہوتا ہے اس لیے احتیاط ضروری ہے کہ کہیں کوئی مخاصمت کی صورت پیدا نہ ہو۔ داعی بننا صبر کا متقاضی ہوتا ہے، تبھی ممکن ہے کہ آپ اختلافات کو برداشت کر سکتے ہیں اور اپنے حسن کردار و شیرین گفتار اور محبت و اخوت کے اتھاہ جذبات سے دوسروں کو متاثر کر سکتے ہیں۔ ورنہ بعید نہیں کہ تند مزاجی جوانوں کو آپ کی دعوت سے متنفر کر دے۔

تعلیم ہی مسلمانوں کی پہلی ترجیح ہو

عارف عزیز (بھوپال)

ہندوستان کے مسلمانوں نے زندگی کی بازی سیاسی وجوہ سے نہیں ہاری اور نہ سیاسی اقدام سے وہ اسے جیت سکتے ہیں، مسلمانوں کے ادبار کا سبب مذہب و تہذیب، علم و تعلیم اور معاشرت و معیشت میں تہی دستی بلکہ بے عملی اور بے بصری ہے، مسلمان اپنی منزل تک صرف سیاسی صف بندی کر کے نہیں پہنچ سکتے، اس کے لئے تو انہیں دینی و دنیوی تعلیم اور معاشی و معاشرتی زندگی کی ہمہ جہتی اصلاح و ترقی پر توجہ دینی ہوگی، جو لوگ مسلمانوں کو ہندوستان کی سیاسی ترازو کا پاسنگ بنانا چاہتے ہیں ان کی نظر میں جنوبی ہند کی ریاست کیرالہ کی واحد مثال ہے جہاں تعلیم و تہذیب سے مسلمانوں کے شغف کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے صرف سیاسی جماعت بندی کو سامنے رکھا جاتا ہے جو آج اپنے پرانے اثرات کو تیزی سے زائل کر رہی ہے، کل تک ملک کے بعض علاقوں میں جو سیاسی حالات تھے آج وہ نظر نہیں آتے اس لئے مسلمان، ہندوستان میں اپنی تنظیم نو چاہتے ہیں تو انہیں نئے سرے سے اپنی نسلی، لسانی اور علاقائی گروہ بندیوں سے اوپر اٹھ کر اور اس کے مختلف عناصر میں اخلاقی رابطہ پیدا کر کے کرنا ہوگا۔

مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ تمام شعبہ حیات میں سب سے پہلے مذہب کو اہمیت دیں اور اپنے فکر و عمل کے لئے اسی کو روشنی بنائیں جو لوگ مذہب کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہیں۔ ہمارے خیال میں وہ ترقی پسندی سے نہیں انتہا پسندی سے کام لے رہے ہیں، اسی طرح جو لوگ جدید تعلیم، سائنسی ترقی یا انگریزی سمیت دوسری زبانوں کی تعلیم و تمدن سے گھبراتے ہیں تو وہ دوسری طرح کی انتہا پسندی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ان دونوں اقسام کی انتہا پسندی سے بچتے ہوئے ایک درمیانی راستے کا تعین زیادہ مشکل نہیں۔ آج ہندوستان میں ایسے دینی مدارس کی کمی نہیں جہاں صرف دینیات کی تعلیم دی جاتی ہے اور وہاں سے فارغ التحصیل نوجوان عام طور پر زندگی کے سرگرم میدان میں پیچھے رہ جاتے ہیں، اس کے برعکس ان کا عصری تعلیم کے اسکولوں سے کوئی واسطہ نہیں رہتا بلکہ عقائد کی گمراہی کے بھی وہ اکثر شکار ہوجاتے ہیں۔ ان دونوں تعلیمی نظاموں کے بجائے آج ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلم طلباء کے لئے ایک ایسا متوازن تعلیمی نصاب مرتب کیا جائے جس میں مسلمان بچوں کو دین و دنیا دونوں کے قابل بنادیا جا سکے۔

جامع ازہر جو مصر کی مشہور یونیورسٹی ہے ایک عرصہ تک صرف دینیات کا مرکز رہی لیکن آج وہاں انجینئرنگ اور سائنس کی تعلیم بھی دی جاتی ہے اور قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر اور دینیات کے دیگر مضامین کی تعلیم لازمی ہے لہذا وہاں کے فارغ التحصیل طلباء جو آج دنیا بھر میں سرگرم عمل ہیں، اپنی اپنی فیلڈ کے ماہر شمار کئے جاتے ہیں اور دنیا کو اسلام کی خوبیوں سے متعارف کرانے میں اہم کردار انجام دے رہے ہیں۔ یہی کام ہندوستان کے مسلمانوں کی نئی نسل سے بھی لیا جا سکتا ہے مگر اس کے لئے بنیادی کام مسلمانوں میں تعلیم کا رواج بلکہ ذوق پیدا کرنا ہے کیونکہ ہندوستان کے تعلیمی میدان میں مسلمانوں اور دوسرے فرقوں کے درمیان ایک اور دس کا فرق آج بھی موجود ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ مسلمان اپنے ہمسایہ اور برادران وطن سے تعلیم میں دس گنا پیچھے ہیں یعنی وہ زندگی کے ہر شعبے میں پچھڑتے جا رہے ہیں کیونکہ ملازمت و روزگار، صنعت و تجارت، سائنس اور ٹکنالوجی ہر میدان میں برابری کی اولین شرط آج تعلیم ہے مگر اس سے زیادہ تشویشناک پہلو یہ ہے کہ اس پسماندگی کو دور کرنے کا مسلمانوں میں کوئی خاص جذبہ موجود نہیں جس کا ثبوت اقلیتی کمیشن کی وہ رپورٹ جس میں انکشاف کیا گیا ہے کہ تعلیمی میدان میں پسماندگی کے لئے خود مسلمانوں نے عصری تعلیم کے جو ادارے قائم کر رکھے ہیں ان میں بھی غیر مسلم طلباء کی تعداد زیادہ ہے۔

اقلیتی کمیشن کے اس جائزے کے مطابق اس کی وجہ اول تو یہ ہے کہ مسلمانوں میں تعلیمی تحریک کی قیادت کرنے والوں کی نہایت کمی ہے، دوئم یہ احساس بھی کہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد بھی ملازمتوں کے دروازے مسلمانوں پر بند رہتے ہیں لہذا مسلمان عام طور پر اپنے بچوں کو تعلیمی اداروں میں بھیجنے کے بجائے چھوٹے چھوٹے کام دھندوں میں لگا دیتے ہیں اور اسی کا نتیجہ ہے کہ حکومت و انتظام کے شعبے سے مسلمان دن بدن بے دخل ہوتے جا رہے ہیں۔ اور جس گروہ کے افراد سرکاری نظم و نسق کے ذمہ دار عہدوں پر فائز نہیں ہوتے وہ گروہ بے اثر ہو جاتا ہے اور رفتہ رفتہ اچھوتوں، کے درجے پر پہنچ جاتا ہے۔ آج اگر مسلمانوں کو اچھوتوں کے درجے سے بچانا ہے تو انہیں روایتی تعلیم کے ساتھ ساتھ مقابلے کے امتحانوں کیلئے بھی تیار کرنا چاہئے۔ مسلمانوں کی آج ساری پستی اور بدحالی سیاسی اور مذہبی اقلیت ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ مذہب تعلیم اور اخلاق میں روز افزوں زوال کے باعث ہے جب تک مسلمان اپنے کردار میں بلندی، تعلیم میں سرگرمی اور اخلاق میں وسعت پیدا نہیں کریں گے یہ پسماندگی دور ہونے والی نہیں ہے۔

Scanned with CamScanner

سال 2024 میں بے روزگاری بڑھنے کا امکان

عندلیب اختر

عالمی سطح پر بے روزگاری کی شرح 2024 میں بڑھنے والی ہے ساتھ ہی بڑھتی ہوئی سماجی عدم مساوات ایک تشویش کا باعث ہے۔ بے روزگاری اور ملازمتوں کا فرق دونوں ہی وبائی امراض سے پہلے کی سطح سے نیچے آچکے ہیں لیکن 2024 میں عالمی بے روزگاری میں اور اضافہ ہونے کا امکان ہے۔ اقوام متحدہ کے عالمی ادارہ محنت (آئی ایل او) نے بتایا ہے کہ رواں سال دنیا بھر میں بے روزگاری بڑھنے کا امکان ہے جبکہ عدم مساوات میں اضافے اور استعداد کار میں کمی کے باعث معاشی افق پر کئی طرح کے خدشات منڈلا رہے ہیں۔ 2024 میں روزگار اور سماجی امکانات کے رجحانات سے متعلق 'آئی ایل او' کی رپورٹ کے مطابق اس وقت دنیا بھر میں افرادی قوت کا پانچ فیصد سے کچھ زیادہ حصہ بے روزگار ہے۔ اگرچہ یہ صورت حال کووڈ-19 وبا سے پہلے کی نسبت بہتر کہی جاسکتی ہے تاہم اس کے برقرار رہنے کا امکان دکھائی نہیں دیتا کیونکہ آئندہ 12 ماہ کے دوران مزید 20 لاکھ افراد کو روزگار درکار ہوگا۔ رپورٹ کے مطابق روزگار کے حوالے سے غیر یقینی منظرنامے کے علاوہ مہنگائی کے سبب دنیا کے بیشتر امیر ترین ممالک میں بہتر طرز زندگی برقرار رکھنا مشکل ہو گیا ہے۔ متعدد بڑی معیشتوں میں اس حوالے سے زوال پذیر اشاریے دیکھنے کو مل رہے ہیں۔ ادارے کا کہنا ہے کہ مہنگائی کے نتیجے میں معیار زندگی میں آنے والی اس کمی کا فوری طور پر ازالہ نہیں ہوسکتا۔ 'آئی ایل اؤ کی رپورٹ میں اخذ کردہ نتائج منگل کو جاری ہونے والی عالمی بینک کی نئی رپورٹ سے مطابقت رکھتے ہیں جس کے مطابق عالمی معیشت 30 برس میں نصف دہائی کی سست ترین رفتار سے ترقی کر رہی ہے۔

وسیع تر عدم مساوات: 'آئی ایل اؤ کے ڈائریکٹر جنرل گلبرٹ ہونگبو نے خبردار کیا ہے کہ زوال پذیر معیار زندگی، کمزور معاشی استعداد اور متواتر مہنگائی کے باعث عدم مساوات میں اضافہ ہو رہا ہے اور سماجی انصاف کے حصول کی کوششیں منفی طور سے متاثر ہو رہی ہیں۔ انہوں نے افرادی قوت سے متعلق مجموعی مسائل سے فوری اور موثر طور پر نمٹنے کے لیے زور دیتے ہوئے کہا ہے کہ بڑے پیمانے پر سماجی انصاف کے بغیر معیشت کی پائیدار بحالی ممکن نہیں۔ 'آئی ایل اؤ کے ماہرین نے واضح کیا ہے کہ روزگار کی شرح کے حوالے سے بلند اور کم آمدنی والے ممالک کے مابین نمایاں فرق ہے۔ اگرچہ 2023 میں امیر ممالک میں روزگار میں کمی (کام تلاش کرنے والے بے روزگار افراد کی تعداد) کی شرح 8.2 فیصد رہی تاہم غریب ممالک میں یہ شرح 20.5 فیصد تک بلند دیکھی گئی۔ اسی طرح 2023 کے دوران امیر ممالک میں بے روزگاری کی شرح 4.5 فیصد رہی جبکہ کم آمدنی والے ممالک میں یہ 5.7 فیصد ریکارڈ کی گئی۔

غریب محنت کشوں کے حالات: اگرچہ 2020 کے بعد انتہائی درجے کی غربت (روزانہ 2.15 ڈالر سے کم فی کس آمدنی) میں رہنے والے کارکنوں کی مجموعی تعداد میں کمی آئی ہے۔ تاہم 2023 میں ان کی تعداد میں تقریباً 10 لاکھ تک کا اضافہ دیکھنے کو ملا۔ غیر مندرج معیشت سے نمٹنے کے لیے پالیسی کی سطح پر متعدد اقدامات کے باوجود غیر رسمی روزگار سے وابستہ لوگوں کی تعداد برقرار ہے۔ 2024 میں یہ عالمگیر افرادی قوت کا تقریباً 58 فیصد ہوں گے۔ معاشی رجحانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آمدنی میں عدم مساوات بھی بڑھ گئی ہے۔ قابل خرچ آمدنی میں کمی آئی ہے جو کہ داخلی سطح پر اشیائے صرف کی خریداری اور مزید پائیدار طور سے معاشی بحالی کے لیے اچھا شگون نہیں ہے۔

وبا سے غیر متوازن بحالی: عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ایچ او) گزشتہ سال مئی میں اعلان کر چکا ہے کہ کووڈ-19 صحت عامہ کے لیے ہنگامی نوعیت کا خطرہ نہیں رہی۔ تاہم 'آئی ایل او' کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ وبا کے اثرات اب بھی محسوس کیے جا رہے ہیں۔ 'طویل مدتی کووڈ' سے متاثرہ یا صحت کے مسائل سے نبرد آزما 20 فیصد افراد میں اس کے اثرات برقرار ہیں جنہوں نے ان کی استعداد کار پر منفی اثرات مرتب کیے ہیں۔ اس کا اندازہ یوں بھی ہوتا ہے کہ وبا کے بعد افرادی قوت میں شامل ہونے والے ایسے بہت سے لوگوں کے کام کے دوران میں کمی آئی ہے۔ اسی طرح بیماری کے باعث چھٹیاں لینے کے رجحان میں بھی نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ٹیکنالوجی میں ترقی اور سرمایہ کاری میں اضافے کے باوجود استعداد کار میں اضافہ سست رفتار ہے۔ برسر روزگار خواتین کی تعداد تیز رفتار سے دوبارہ بڑھی ہے تاہم نوکریوں میں صنفی فرق بدستور باقی ہے۔ خاص طور پر ابھرتی ہوئی اور ترقی پذیر معیشتوں میں یہ فرق نمایاں طور سے دیکھا جا سکتا ہے جبکہ نوجوانوں میں بے روزگاری کی بلند شرح بھی بدستور ایک بڑا مسئلہ ہے۔

بہار میں ترقی یافتہ ہندوستان مہم

پروفیسر مشتاق احمد

ان دنوں ملک میں ''ترقی یافتہ ہندوستان۔ 2047'' کی مہم چل رہی ہے۔ مرکزی حکومت کے ذریعہ ملک کے تمام تعلیمی اداروں کو اس خصوصی مہم کیلئے مختلف طرح کے پروگرام منعقد کرنے کی ہدایت دی گئی ہے تاکہ ان پروگراموں کے ذریعہ طلباؤ طالبات وطن عزیز کی ترقیاتی رفتار سے واقف ہوسکیں، مستقبل میں وہ کیسا ہندوستان دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس کیلئے ملک کو تمام شعبے میں کیا کچھ کرنے کی ضرورت ہے اور مشورہ بھی طلب کرنا ہے۔ بہار میں اس خصوصی مہم کیلئے نہ صرف راج بھون فعال ہے بلکہ ریاست کی تمام یونیورسٹیاں اپنے دائرہ کار کے کالجوں کو طرح طرح کی ہدایتیں دے رہی ہیں۔ واضح ہو کہ بہار میں یونیورسٹیوں کے چانسلر گورنر موصوف ہوتے ہیں لہٰذا انہوں نے سب سے پہلے ریاست کی تمام یونیورسٹیوں کے وائس چانسلروں کے ساتھ راج بھون میں میٹنگ کی اور اس خصوصی مہم کی اہمیت وافادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے یونیورسٹیوں اور کالجوں کے طلبہ کو جوڑنے کی گزارش بھی کی۔ ظاہر ہے کہ گورنر موصوف کی ہدایت کے بعد تمام اعلیٰ تعلیمی اداروں کو حرکت میں آنا تھا اس لئے ریاست کی تمام یونیورسٹیوں اور کالجوں میں ''ترقی یافتہ ہندوستان۔ 2047'' کے پروگراموں کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ اگرچہ اس پروگرام کو ایک طبقہ سیاسی پروپیگنڈہ قرار دے رہا ہے لیکن سچائی یہ ہے کہ یہ خصوصی مہم ہندوستان کے ایک بڑے طبقے کو سرکاری اسکیموں کے نفاذ کی معلومات اور مستقبل کیلئے ترقیاتی خاکوں کی تیاری کیلئے مشورہ طلب کرنے کی خاطر چلائی جا رہی ہے۔ چونکہ حکومت کی طرف سے یہ حکم نامہ جاری ہوا ہے اس لئے حزب اختلاف کو اس پر اعتراض ہے کہ تعلیمی اداروں میں سرکاری اسکیموں کے تعلق سے پروگرام کرنا بہتر نہیں ہے۔ لیکن ہندوستان جیسے جمہوری ملک جہاں کی پچاس فیصد آبادی ایسی ہو جس کی عمر پچیس سال سے کم ہو اور 65 فیصد آبادی جس کی عمر 35 سال سے کم ہو ایسے ملک میں اس طرح کی مہم ملک وقوم کے مفاد میں ہے۔ کیوں کہ نئی نسل اپنے ملک کے ترقیاتی کاموں سے کس قدر مطمئن ہے اور وطن عزیز کو مستقبل میں کیسا دیکھنا چاہتی ہے اگر اس پر بحث ومباحثہ کرایا جا رہا ہے اور پھر ان تمام طلبہ سے انفرادی طور پر رائے لی جا رہی ہے اور اس میں بالکل آزادانہ طور پر اپنی رائے دینی ہے تو یہ ایک قابلِ تحسین قدم ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ پچیس سال کی عمر کے طلبہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم ہیں۔

یہاں اس حقیقت کو عیاں کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ تعلیمی اداروں میں مختلف سیاسی نظریوں سے وابستگی رکھنے والے طلبہ ہیں اور اس خصوصی مہم میں کہیں بھی کسی خاص سیاسی جماعت کی قید نہیں ہے۔ میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ اس مہم میں جو طلبہ حصہ لے رہے ہیں وہ مثبت اور منفی دونوں طرح کی رائے ظاہر کر رہے ہیں اور بعض طلبہ کی جانب سے مستقبل کا ہندوستان کیسا ہونا چاہئے اس پر اپنا نظریہ پیش کر رہے ہیں۔ اگر واقعی حکومت نیک نیتی سے اس مہم میں شامل ہونے والے طلبہ کے اظہارِ رائے کا محاسبہ کرتی ہے اور پھر جو نتائج سامنے آتے ہیں اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتی ہے تو ممکن ہے کہ مستقبل کے ہندوستان کی تصویر کچھ الگ نظر آئے گی۔ گزشتہ پندرہ دنوں سے مسلسل اس خصوصی مہم کے تحت تعلیمی اداروں میں پروگرام ہو رہے ہیں۔ سمینار و مذاکرے ہو رہے ہیں اور آن لائن فیڈ بیک لئے جا رہے ہیں۔ بہار کے مختلف کالجوں میں طلبہ یونین قدرے فعال نظر آ رہی ہے۔ اساتذہ اور اداروں کے ذمہ داران سرکاری حکم ناموں کے مطابق اس میں شامل ہو رہے ہیں۔ قومی سطح پر بھی اس پروگرام کو کامیاب بنانے کی کوشش ہو رہی ہے۔

اس وقت ملک میں 1113 یونیورسٹیاں جن میں سرکاری اور پرائیویٹ بھی شامل ہیں اور 43796 کالجوں کے علاوہ 11296 ایسے تعلیمی ادارے ہیں جہاں مختلف طرح کے کورسوں کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ ایک اندازہ کے مطابق اس وقت پورے ملک میں 4 کروڑ 33 لاکھ ایسے طلباء وطالبات ہیں جن کی عمر 25 سے 35 سال کے درمیان ہے۔ دراصل موجودہ حکومت کا نشانہ یہ ہے کہ جس وقت ہماری آزادی کے سو سال یعنی 2047ء میں پورے ہوں گے اس وقت ہمارا ملک عالمی نقشے میں کہاں ہوگا اور اس کیلئے ابھی سے کس طرح کے اقدامات کئے جانے چاہئے بالخصوص ہماری نئی نسل اپنے ملک کی ترقی اور اپنے مستقبل کے تئیں کس قدر سنجیدہ ہیں اس کا بھی اندازہ ہوگا۔

بلا شبہ نئی نسل سے مکالمہ ضروری ہے کہ ان کی ذہانت کا اندازہ لگایا جا سکے۔ یوں تو مرکزی حکومت اور ریاستی حکومتیں اپنے طور پر طرح طرح کی اسکیموں کے خاکے تیار کرتی ہیں اور پھر اس کے نفاذ کیلئے ہدایت نامے جاری کئے جاتے ہیں۔ یہ پہلا موقع ہوگا کہ مرکزی حکومت نئی نسل کو یہ موقع دے رہی ہے کہ وہ آزادانہ طور پر اپنی رائے پیش کریں۔ یہ اچھا موقع ہے کہ تعلیمی اداروں کے سربراہان اور اساتذہ زیادہ سے زیادہ طلباء وطالبات کو اس خصوصی مہم میں شامل کریں اور اپنی آزادانہ رائے پیش کریں۔ چونکہ اس خصوصی مہم کیلئے حکومت نے آن لائن پورٹل بنا رکھا ہے اور اس پورٹل پر طلبہ اپنے موبائل فون یا پھر سائبر کیفے کے ذریعہ اپنی رائے اندراج کرا سکتے ہیں۔ بالخصوص اقلیت طبقے کے طلبہ کو اس مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہئے اور اپنے احساسات درج کرانے چاہئیں۔ کیونکہ جب بھی اس طرح کی مہم شروع ہوتی ہے تو بین الاقوامی سطح کی مختلف تنظیمیں حاصل شدہ آرا کا استعمال کرتی ہیں اور ملک کے اندر کیا کچھ ہو رہا ہے اور عوام کیا سوچتے ہیں اس کا خلاصہ بھی کرتی ہیں۔ اس لئے اقلیت طبقے کو اس خصوصی پروگرام میں اپنی حصہ داری کو یقینی بنانے کیلئے مقامی سطح پر بھی بیداری پیدا کرنے کی ضرورت ہے تاکہ مستقبل میں جب کبھی اس خصوصی مہم میں حصہ لینے والوں کی تعداد مشتہر کی جائے تو یہ تلخ حقیقت سامنے نہ آئے کہ اقلیت طبقہ ملک کے مستقبل کے تئیں سنجیدہ نہیں ہے۔ میرے خیال میں تعلیمی اداروں میں اقلیت طبقے کے جو اساتذہ اور ملازمین ہیں وہ بھی اس میں خصوصی دلچسپی لیں اور اقلیت طبقے کے طلباء وطالبات کو اس مہم میں حصہ لینے کیلئے راغب کریں کہ یہ وقت کا تقاضہ ہے۔

Scanned with CamScanner

حضرت مخدوم سید راستیؒ

(تذکرۃ الکرام ترجمہ بستان الکرام، تالیف حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحیات قادری پھلواروی، مترجم سید محمد اسد علی خورشید سے ماخوذ)

حضرت مخدوم سید راستیؒ کا نام منہاج الدین ہے، پٹنہ اور اس کے اطراف کے اولیائے متقدمین میں آپ کا شمار ہوتا ہے تفصیلی حالات نہیں ملتے ہیں، البتہ جزوی حال احوال اور معاصرین و متاخرین کے بیانات، مشاہدات اور حکایات سے آپ کے مرتبہ کا اندازہ ہوتا ہے، صدیاں گزر جانے کے بعد آج بھی وہی صورت حال ہے، کتابوں میں سنی سنائی باتوں کی بنیاد پر جو تھوڑے بہت حال احوال ملتے ہیں، ان کے ذریعے یا پھر اپنی فہم و بصیرت سے ہی کسی بات کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ آپ مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد کی منیری کے اصحاب کاملین میں سے تھے۔ آپ کی جائے ولادت اس زمانہ کا مردم خیز قصبہ جیلان بتایا جاتا ہے، ایک دن آپ کے والد محترم حضرت سید راستی نے آپ سے ارشاد فرمایا کہ تمہاری قسمت ملک ہندوستان میں ایک بزرگ سے وابستہ ہے جو شرف الدین کے نام سے معروف ہیں اور شہر بہار میں مسند ہدایت وارشاد پر جلوہ افروز ہیں، وہاں حاضر ہوتا کہ کامیاب ہو جاؤ۔ آپ نے والد ماجد کے جواب میں عرض کیا کہ آپ کی عمر شریف بڑھاپے کو پہنچی ہے اور اس عمر میں ہر شخص کو خدمت کی ضرورت ہوتی ہے، والد صاحب نے فرمایا کہ تم اس کی فکر نہ کرو۔ حضرت منہاج الدین نے دریافت کیا: اگر میں اس دیار میں چلا جاؤں تو پھر آپ کی خیریت کیسے ملے گی، حضرت سید راستی نے فرمایا کہ جس دن میری عمر پوری ہو جائے گی، اس دن سے مخلوق تمہیں میرے نام سے پکارے گی، چنانچہ والد محترم کی ہدایت کے مطابق آپ نے سفر کی مصیبتوں کو برداشت کرتے ہوئے منزلیں طے کیں، اور حضرت مخدوم جہاں کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے، کچھ دنوں کے بعد جبکہ حضرت منہاج الدین حجرہ میں بیٹھے ہوئے تھے مخدوم جہاں نے انہیں پکارا۔ اے راستی یہاں آؤ، آپ حضرت مخدوم جہاں کا یہ جملہ سن کر رونے لگے اور اسی طرح روتے ہوئے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دوسرے مریدوں کو جو اس وقت حاضر مجلس تھے، وہ چونکہ اس راز سے واقف نہ تھے، اس لیے انہیں تعجب ہوا کہ حضرت شیخ نے انہیں راستی کے خطاب سے مخاطب فرمایا ہے اور یہ دولت راستی سے سرفراز کئے گئے ہیں تو اس میں رونے کی کیا بات ہے۔ اس پر تو خوش ہونا چاہیے۔ حضرت مخدوم جہاں حاضرین کے خیال پر مطلع ہو گئے اور آپ نے فرمایا کہ وہ شخص کہ جس کے والد بزرگوار کا انتقال ہو جائے تو کس طرح ممکن ہے کہ غمگین نہ ہو۔ اسی دن سے حضرت منہاج الدین سید راستی کے نام سے مشہور ہوئے۔

حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ نے آپ کو اجازت و خلافت دیگر ارشاد فرمایا: قصبہ بستان نجات چلے جاؤ اور وہاں مخلوق خدا کی ہدایت کرو، حضرت سید راستی نے قصبہ مذکورہ کی تلاش میں صوبہ بنگال تک کا سفر کر ڈالا لیکن انہیں اس نام کی کوئی جگہ نہیں ملی، چنانچہ حضرت مخدوم جہاں کی خدمت میں واپس آئے اور احوال عرض کئے۔ حضرت مخدوم عالی مقام نے فرمایا: کہاں چلے گئے تھے اور کیوں اتنا دور دراز کا سفر کیا، وہ جگہ یہاں سے بہت قریب ہے، اور شہر پٹنہ سے متصل پچھّم کی طرف چار پانچ کوس کے فاصلے پر قصبہ پھلواری کے نام سے مشہور ہے اور پھر رخصت کیا۔ بعض روایات کے مطابق حضرت مخدوم جہاں خود ان کو اپنے ہمراہ لے کر یہاں آئے اور مسند ہدایت پر بٹھایا۔ کچھ دنوں کے بعد مخدوم راستی نے حضرت مخدوم جہاں کی خدمت میں ایک خط بھیجا کہ مجھے اس جگہ معمور فرما دیا گیا ہے کہ جہاں کوئی طالب ہدایت ہی موجود نہیں ہے، ایسی صورت میں حکم کی بجا آوری کیوں کر ممکن ہوسکتی ہے، اس ویران علاقے میں کس کی تربیت کی جائے، اگر شہر ہوتا تو مجھے ہدایت کا اجر بھی ملتا۔ حضرت مخدوم جہاں نے مخدوم راستی کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ وہ جگہ بہت مردم خیز ہے۔ بہت سے اولیاء وہاں پیدا ہوں گے اور اس پھلواری سے بہت خوبصورت اور خوشبودار پھول اُگیں گے۔ واقعی اس جگہ کا نام بستان نجات ہے اور بہت سے لوگ وہاں ماموری کے خواہش مند تھے لیکن جو شفقت و محبت مجھے تم سے ہے، اس کی بنا پر میں نے تمہیں وہاں بھیجا۔ مخدوم راستی اپنے عالی مرتبت شیخ کے مکتوب گرامی کو پا کر بہت خوش ہوئے، انہوں نے اپنے اسباب کھول لیے اور ساری عمر اس قصبہ میں بسر فرمائی۔ آپ کا مزار شریف اس قصبہ میں اتر طرف مرجع خلائق ہے اور مشہور و معروف ہے اور زیارت گاہ عالم ہے۔ مخدوم شاہ مجیب اللہ صاحب قادری کے ایک قول کے مطابق حاجات برآری مخدوم راستی قدس سرہ کے حال سے وابستہ ہے نہ کہ ان کے التفات پر موقوف ہے، جو شخص بھی کسی حاجت کے لیے ان کے مزار پر بیٹھا تو چاہے حضرت مخدوم توجہ فرمائیں یا نہ فرمائیں، اس جگہ کا اثر یہ ہے کہ اس کی حاجت پوری ہو جائے گی"۔ آپ کا وصال ماہ ذی الحجہ میں ہوا (تاریخ اور سن درج نہیں ہے، قرین قیاس ہے کہ یہ زمانہ سلطان فیروز شاہ تغلق کے عہد سلطنت کا ہوگا، یا اس کے بعد کا ہوگا) مزار شریف کے احاطہ میں حضرت مخدوم کے سرہانے ان کے استاذ سید محمد اشرف قدس سرہ آرام فرما ہیں اور مشہور ہے کہ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ جو کوئی میری قبر پر آئے وہ میرے استاذ کی قبر پر فاتحہ پڑھے پھر میری قبر پر پڑھے، زائرین کا عمل عموماً اسی قول کے مطابق رہتا ہے۔

عسکری نظریہ امریکہ کی پالیسی کا حصہ

مولانا جعفر مسعود حسنی ندوی

امریکہ کا نام یوں تو بہت بڑا ہے، لیکن عمر کے لحاظ سے وہ کویت سے بھی چھوٹا ہے۔ یہاں مختلف ملکوں، مختلف تہذیبوں، مختلف عقائد، مختلف طبائع، مختلف زبانوں اور مختلف نظریات و خیالات کے لوگ رہتے ہیں۔ امریکہ میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو ان کو باہم مربوط رکھ سکے اور ان میں اتحاد پیدا کر سکے، سوائے اس کے کہ ان کو کوئی باہری خطرہ دکھایا جائے اور اس کی دہشت ان کے دلوں میں پیدا کی جائے اور اس سے ڈر کر ان کو اپنے باہمی اختلافات و نزاعات بھلا کر متحد رہنے پر مجبور کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ کو ہر کچھ دن میں ایک نئے دشمن کی تلاش ہوتی ہے اور وہ ذرائع ابلاغ کی مدد سے نیا دشمن تلاش کرنے میں کامیاب بھی ہو جاتا ہے۔ کچھ غلطی اور ناسمجھی اس کے دشمن کی طرف سے بھی ہوتی ہے جو اپنی نادانی کی وجہ سے امریکہ کے لیے راہ ہموار کر دیتا ہے، امریکہ اگر ایسا نہ کرے تو وہ خود خانہ جنگی کا شکار ہو جائے اور وہاں آباد مختلف قوموں کے لوگ ایک دوسرے کے خلاف برسر پیکار نظر آئیں اور خود امریکی حکومت اور امریکی صدر کو لے کر اتنے سوالات کھڑے کئے جائیں جن کا جواب دینا امریکی صدر کے لیے مشکل ہو جائے۔ انہی سوالات سے بچنے کے لیے امریکہ عوام کو ایک دشمن دکھا کر اور دشمن بھی ایسا جو ایک ساتھ پورے یورپ، امریکہ اور دوست ممالک کو اس طرح دھمکی دے رہا ہو کہ اب گھسا کہ تب گھسا، امریکی حکومت اپنا مقصد پورا کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔

۱۹۵۰ء سے ۱۹۷۵ء تک ویتنام کو دشمن کی شکل میں پیش کرتا رہا اور اس طرح پچیس سال تک ملک میں جنگ کا ماحول بنا کر امریکی حکومت اپنے عوام کو بے وقوف بناتی رہی۔ اس کے بعد اس نے کوریا کا ہوا کھڑا کیا، پھر عرب دنیا کا شکار کرنے کے لیے اس نے ایران کو اپنے جال کے طور پر استعمال کیا۔ صدام حسین اور اس کے کیمیائی ہتھیاروں کا خوف اپنے عوام کے دلوں میں پیدا کر کے ان کو بے وقوف بنایا۔ عرب ملکوں میں دہشت پیدا کر کے جتنا ان کو دُوہ سکتا تھا دوہا۔ کبھی اسامہ بن لادن کے نام کا استعمال کیا اور کبھی ابوبکر بغدادی کا، کبھی ملا عمر کا نام اخبارات کی سرخیوں میں آتا تھا تو کبھی ایمن ظواہری کا، کبھی طالبان سے ڈرایا تو کبھی داعش سے، اور ان کے متعلق فیک ویڈیوز جو دکھائی جا سکتی تھیں وہ دکھائیں۔ یہ سب کام ایک مقصد کے تحت بڑی منصوبہ بندی سے اور موافق اور مخالف دونوں کی نفسیات کا گہرا مطالعہ کر کے کئے گئے۔ دنیا کچھ سمجھتی رہی اور ہوتا کچھ رہا، سچی بات یہ ہے کہ امریکہ یہ سب چالیں اس لیے چلتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر اس نے اپنا کوئی خارجی دشمن نہ بنایا اور اپنے باشندوں کے دل میں اس دشمن کا ڈر نہ بٹھایا تو یقیناً وہ داخلی انتشار کا شکار ہو جائے گا، اور مختلف طبقات و قبائل کے درمیان عقیدہ و زبان اور تہذیب و ثقافت کی بنیاد پر ہونے والی خانہ جنگی کا نہ تھمنے والا ایک ایسا سلسلہ شروع ہو جائے گا کہ اس کے بعد خواہ وہ اپنی فوجی طاقت میں کتنا ہی مضبوط کیوں نہ ہو، مگر اس کو اپنے خطہ میں ہونے والی داخلی کشمکش پر کنٹرول پانا ممکن نہ ہوگا۔

اس کی کامیابی اس میں ہے کہ وہ اپنے عوام کو ہمیشہ یہ تاثر دیتا رہے کہ وہ حالت جنگ میں ہے۔ ایک سیاسی تجزیہ نگار نے اس جنگ پسند ٹولہ کے بارے میں کہا کہ ایک مخصوص عسکری نظریہ امریکہ کی پالیسی میں شامل ہے جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ اپنے ملک کے باہر کسی نہ کسی دشمن سے جنگ کرنے کے انتظار میں رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ حکمت عملی کے طور پر جن ملکوں کو نشانہ بنانا چاہتا ہے تو ان کے اندرونی مسائل کو ہوا دیتا ہے اور علاقائی کشمکش پیدا کر کے دخل اندازی کا موقع اور ساتھ ساتھ ہتھیار کی سپلائی کا راستہ نکال لیتا ہے، امریکی سرمایہ دارانہ نظام کی کامیابی کا انحصار عالمی منڈی کے استحکام اور اس کی درآمدات و برآمدات کو امریکی معیشت کے نفع کے لیے کنٹرول کرنے میں مضمر ہے۔ اس لیے کہ امریکی معیشت کا دارومدار ترقی پسند معیشت پر نہیں؛ بلکہ جنگی معیشت پر مبنی ہے، اور اس کی بقا جنگوں ہی کے ذریعہ ممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ جنگوں پر مجبور ہے اور اسی لیے کئی بار ایسا بھی ہوا ہے کہ اس نے محض اپنی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے لیے بغیر کسی وجہ کے جنگیں چھیڑی ہیں، امریکہ کی جو کمپنیاں ہتھیار بناتی ہیں اور جو سرمایہ دار افراد ان کمپنیوں کے مالک ہوتے ہیں، وہ لوگ امریکی حکومت میں سب سے زیادہ اہمیت کے حامل ہوتے ہیں، یا ان لوگوں کے حکومتی سطح پر تجارتی تعلقات بے انتہا مضبوط ہوتے ہیں، جس کی بنیاد پر ان کی کمپنیوں کو غیر معمولی منافع حاصل ہوتا ہے، کیونکہ جب جنگیں چھڑتی ہیں اور وہ دیر تک چلتی ہیں تو ان میں خرچ ہونے والی رقم یہی کمپنیاں اتحادی یا شکست خوردہ ممالک کو ادا کرتی ہیں، یہ بھی یاد رہے کہ امریکہ میں ہتھیار بنانے والی پندرہ کمپنیوں میں سے تیرہ کمپنیاں یہودیوں کی ہیں، جس طرح ہتھیار بن رہے ہیں اسی طرح اس کی کھپت بھی چاہیے، اور اس کے لیے منڈی بھی چاہیے اور ایسے خریدار چاہیے جو ان ہتھیاروں کی خریداری کی طاقت رکھتے ہوں، پٹرول کی دولت سے مالا مال عرب ممالک سے بہتر ہتھیاروں کا خریدار اور کون ہوسکتا ہے، جن کا کام صرف ہتھیار خریدنا، اسٹاک کرنا اور آپس ہی میں اس کا استعمال کر لینا ہے۔ مزید یہ کہ جب جنگ بندی ہو جاتی ہے تو اس کے بعد تعمیر کا مرحلہ شروع ہوتا ہے اور اس وقت یہ امریکی کمپنیاں آگے بڑھ کر تعمیر کے نام پر خوب منافع حاصل کرتی ہیں اور اس طرح تعمیر و ترقی کے نام پر عرب ملکوں کی تجوریوں کے منہ کھل جاتے ہیں اور پھر ایک بار امریکی اور یہودی تعمیراتی کمپنیوں کے اکاونٹس میں رقمیں آنے لگتی ہیں، گویا کہ امریکہ ڈھانے کے بھی پیسے لیتا ہے اور بنانے کے بھی، یہی وہ راز ہے جس کی وجہ سے ہر جنگ، ہر سیاسی کشمکش، ہر بغاوت اور ہر فوجی انقلاب یا ہر حکومتی اور نسلی ٹکراؤ کے پیچھے امریکہ کا ہاتھ نظر آتا ہے، اس لیے کہ اس کی زندگی جنگوں ہی میں ہے اور اگر یہ خارجی جنگیں نہ ہوں تو یقینی بات ہے کہ امریکہ زار و نزار ہو کر اپنی موت آپ مر جائے۔

Scanned with CamScanner

بـــقـــیـــاتـــ

(بقیه: دینی مسائل)

"عن ابی ذر رضی اللہ عنه قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یا اباذر اذا صمت من الشهر ثلٰثة ایام فصم ثلاث عشرة و اربع عشرة وخمس عشرة" (سنن الترمذی، ابواب الصوم، باب ماجاء فی صوم ثلاثة ایام من کل شهر: ۱/۱۵۹)

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایام بیض کے تین روزے ہر مہینہ چاند کی ۱۳، ۱۴/اور ۱۵/تاریخ کو رکھنا بالاتفاق مستحب ہے: "یستحب ان یکون الایام الثلاثة فی سرة الشهر وهی وسطه وهذا متفق علی استحبابه، وهو استحباب کون الثلاثة هی ایام البیض وهی الثالث عشر و الرابع عشر و الخامس عشر" (نووی علی مسلم: ۱/۳۶۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مہینے تین دن روزہ رکھ لیا کرو، کیوں کہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ملے گا اور اس طرح یہ تین دن کا روزہ رکھنا سارا سال روزہ رکھنے کے برابر ہوگا: "وان بحسبک ان تصوم کل شهر ثلاثة ایام فان لک بکل حسنة عشر امثالها فان ذالک صیام الدهر کله" (صحیح البخاری: ۱/۲۶۵، باب حق الجسم فی الصوم) "عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنهما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم صوم ثلٰثة ایام صوم الدهر کله" (صحیح البخاری، کتاب الصوم: ۱/۲۶۶)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مہینہ تین روزے رکھنا دل کی صفائی اور اس کی پاکیزگی کا ذریعہ ہے: "قال علیه الصلوٰة والسلام الا اخبرکم بما یذهب وحرا الصدر صوم ثلٰثة ایام من کل شهر" (سنن نسائی: ۳۲۴، صوم ثلثی الدهر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر وحضر میں ایام بیض کے روزے نہیں چھوڑا کرتے تھے: "عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لایفطر ایام البیض فی حضر ولاسفر" (سنن نسائی: ۳۲۱، صوم النبی صلی اللہ علیه وسلم) اور حضرات صحابہ کرام کو بھی ایام بیض کے روزے کی تاکید فرمایا کرتے تھے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابودردا رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہمارے خلیل نے ہمیں تین باتوں کی وصیت کی، ہر مہینے تین روزے رکھنے کی، چاشت کی دو رکعتیں پڑھنے کی اور یہ کہ سونے سے قبل وتر ادا کرلیا کریں "عن ابی هریرة رضی اللہ عنه قال: اوصانی خلیلی صلی اللہ علیه وسلم بثلاث: صیام ثلٰثة ایام من کل شهر، ورکعتی الضحی و ان اوتر قبل ان انام" (صحیح بخاری: ۱/۲۶۶، باب صیام البیض ثلٰث عشرة و اربع عشرة وخمس عشرة، صحیح مسلم: ۱/۲۵۰، کتاب صلاة المسافرین، باب استحباب صلاة الضحیٰ)

روزہ چونکہ ایمانی قوت فراہم کرتا ہے، زبان ودل، ہاتھ وپیر، آنکھ وکان اور جسم وروح کو پاکیزہ اور رب کی رضا کا طالب بناتا ہے، اس لئے ہر ماہ ایام بیض کے روزے کا اہتمام کرنا چاہئے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بقیه کتابوں کی دنیا)

اس باب کو "عربی زبان وادب کی ترقی میں ابنائے دارالعلوم کی کاوشیں" کا عنوان دیا گیا ہے، دوسرا باب، علامہ کشمیری کے احوال وآثار اور نسلوں کی تعلیم وتربیت سے متعلق ہے، اس میں ان کی تعلیمی وتدریسی زندگی کا بھرپور جائزہ لیا گیا ہے اور اس میں تحقیق کے جدید تقاضوں کو برتا گیا ہے، اس باب کا عنوان "علامہ انور شاہ کشمیری کی علمی زندگی کی داستان" ہے۔تیسرے باب میں عربی زبان وادب کے حوالہ سے حضرت کشمیری کی زبان دانی، نثر نگاری اور شاعری پر تفصیلی بحث کی گئی ہے، ان کے اسلوب، محاسن اور ندرت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے، یہ اس کتاب کا تیسرا باب ہے، جس کا عنوان مصنف نے "عربی زبان وادب کے میدان میں علامہ کشمیری کے فتوحات" رکھا ہے، یہ باب صفحہ ۲۰۵ سے شروع ہوتا ہے اور ۲۱۴ پر ختم ہوتا ہے، اس باب میں علامہ کشمیری کے ادبی ذوق، شعروسخن، مرثیے، اصلاحی اشعار آپ کی شاعری کی اہم خصوصیات اور محاکمہ کے طور پر شاعری میں علامہ کشمیری کے مقام کی تعیین کی کوشش کی گئی ہے، مصنف اس نتیجے پر پہونچے ہیں کہ "اردو فارسی شاعری میں جو رتبہ میر وغالب کا ہے، عربی شاعری میں حضرت کشمیری کو وہی مقام حاصل ہے، علامہ کی عربی نثر نگاری کا محاکمہ کرتے ہوئے مولانا نافع عارفی نے لکھا ہے"۔علوم شرعیہ میں انشاء پردازی کے جو جوہر دکھلائے ہیں وہ انہیں اپنے زمانہ کے ممتاز ادباء کی صف میں کھڑا کرتا ہے۔(صفحہ ۳۹۳) ۲۹۵/سے ان شخصیات، کتابیات اور رسائل وجرائد کا ذکر ہے، جن کے حوالہ سے تحقیق کے دشوار گذار مراحل کو مصنف نے طے کیا ہے، جن شخصیات کا ذکر کتاب میں آیا ہے، اس پر قیمتی حاشیہ درج کرنے کا انتظام کیا ہے، جس میں انکی شخصی اور علمی احوال وکوائف کے ذکر نے اس کتاب کی اہمیت میں اضافہ کیا ہے۔

مولانا اس کتاب کی تصنیف پر علمی دنیا سے شکریہ کے مستحق ہیں، کتاب اس لائق ہے کہ اہل علم اس کا مطالعہ کریں اور لائبریری میں ماخذ ومرجع کے طور پر محفوظ کرلی جائے۔

دردِ دل

بابری کی شہادت نہ بھولیں گے ہم
بالیقیں تاقیامت نہ بھولیں گے ہم

اپنے بچوں کو ہردم سنائیں گے ہم
ظلم کی یہ حکایت نہ بھولیں گے ہم

زخم اپنا رکھیں گے ہمیشہ ہرا
دردو غم کی اذیت نہ بھولیں گے ہم

یہ تھا ثابت کہ مندر نہیں تھا وہاں
عدلیہ کی صراحت نہ بھولیں گے ہم

سیکڑوں سال سے ہم مسلسل وہاں
کر رہے تھے عبادت نہ بھولیں گے ہم

زہر نفرت کا ہر دل میں گھولا گیا
ایسی گندی سیاست نہ بھولیں گے ہم

اپنے حق میں تھے حیدر شواہد سبھی
عمر بھر یہ صداقت نہ بھولیں گے ہم

✍️اشتیاق حیدر قاسمی سمستی پوری
خادم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

قارئین نقیب کی آراء

(جلد نمبر 64/74 شمارہ نمبر ۴ میں مشہور شاعر منور رانا کے سلسلہ میں شائع مضمون) ماشاء اللہ۔۔۔مفتی صاحب کا کیا کہنا۔۔۔بہت عمدہ خراج عقیدت ۔۔(انور آفاقی)

(جلد نمبر 64/74 شمارہ نمبر ۴) منور رانا کی حیات مستعار پر یوں تو کئی ایک مضامین نظر نواز ہوئے، جن میں کھٹی میٹھی یادوں کو پھیلایا گیا تھا، آج آبروئے قلم مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی کی طرف سے بھی ایک تازہ مضمون منور رانا کی شخصیت پر پڑھنے کا موقع ملا، انہوں نے اپنے اس خاکے میں بھی حسب سابق خوب سراپا کشی کی ہے، ہر پیراگراف ایک دوسرے سے یوں جڑا ہوا ہیکہ دھیرے دھیرے پورا مضمون پڑھنا پڑا۔اللہ تعالیٰ موصوف مدظلہ کو عافیت بخشیاوران کے قلم کو بھی تعب وتھکن اور نظر بد سے محفوظ رکھے۔آمین (مولانا مفتی عین الحق امینی)

ولی اللہ عرف لال بابو دربھنگہ کا انتقال

نہایت ہی دکھ کے ساتھ یہ خبر دی جارہی ہے کہ موضع جمالپور ضلع دربھنگہ کے باشندہ جناب ولی اللہ عرف لال بابو بن منشی محمد ایوب طویل علالت کے بعد 22/جنوری 2024ء کو رحلت فرماگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون، مرحوم اعلیٰ عصری تعلیم حاصل کرنے کے بعد سرکاری ملازمت سے وابستہ ہوئے اور محکمہ سیل ٹیکس میں سوپر وائزر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے، انہوں نے ملازمت کے دوران دربھنگہ کے عبداللہ گنج میں مکان بنا کر وہیں بود وباش اختیار کرلیا، مرحوم کی نمایاں صفات میں پابندی وقت کے ساتھ پنج گانہ نمازوں کا اہتمام تھا، سردی ہو کہ گرمی ہر موسم میں مسجد میں باجماعت نماز پابندی سے ادا کرتے تھے، اللہ نے مال ودولت کی نعمت سے نوازا تھا، اس لئے غریبوں اور محتاجوں کے درمیان صدقہ وخیرات کثرت سے کیا کرتے تھے، ریٹائرڈ ہونے کے بعد دینی وملی سرگرمیوں میں پیش پیش رہتے، ادھر چند برس سے بیمار تھے، دوا وعلاج جاری تھا، مگر وقت موعود آپہونچا اور رب کائنات سے جاملے، دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے حسنات کو قبول فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر وثبات کی توفیق بخشے (آمین)

حق وصداقت کی راہ نتائج کے فکر سے بے پرواہے (مولانا ابوالکلام آزادؒ)

مقابلہ کے لئے ضروری نہیں کہ تمہارے پاس قوت وشوکت مادی کا وہ تمام ساز وسامان بھی موجود ہو جو ظالموں کے پاس ہے؛ کیونکہ حسین ابن علیؓ کے ساتھ چند ضعفاء ومساکین کی جمعیت قلیلہ کے سوا اور کچھ نہ تھا، حق وصداقت کی راہ نتائج کے فکر سے بے پرواہے، نتائج کا مرتب کرنا تمہارا کام نہیں، یہ اس قوت کا کام ہے جو حق کو باوجود ضعف فقدان انصار کے کامیاب وفتح مند کرتی ہے اور ظلم کو باوجود جمعیت وعظمت دنیوی کے نامراد ونگونسار کرتی ہے "وکم من فئة قلیلة غلبت فئة کثیرة باذن الله" لیکن ایسے موقعوں پر ہمیشہ مصلحت اندیشیوں کا خیال دامن گیر ہوتا ہے جو فی نفسہ اگرچہ عقل ودانائی کا ایک فرشتہ ہے؛ لیکن کبھی کبھی شیطان رجیم بھی اس کے بھیس میں آکر کام کرنے لگتا ہے، نفس خادع حیلہ تراشیاں کرتا ہے کہ صرف اپنے تئیں کٹوادینے اور چند انسانوں کا خون بہادینے سے کیا حاصل؟ توپ وتفنگ اور تخت سلطنت کا مقابلہ کس نے کیا ہے کہ ہم کریں؟

آخری سوال کا جواب میں دے سکتا ہوں، تاریخ عالم کی صدہا امثال مقدسہ محترمہ جہاد سے قطع نظر تمہارے سامنے خود مظلوم کربلا کی مثال موجود ہے، تم کہتے ہو کہ چند انسانوں نے حکومتوں، قوتوں اور ساز وسامان کا مقابلہ کب کیا ہے کہ کبھی بھی کیا جائے؟ میں کہتا ہوں کہ حسین ابن علی نے صرف بہتر یا باسٹھ بھوکے پیاسے انسانوں کے ساتھ اس عظیم الشان حکومت قاہر وجابر کا مقابلہ کیا، جس کے حدود سلطنت ملتان اور سرحد فرانس تک پھیلنے والے تھے اور گر یہ سچ ہے کہ اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے دل کے ٹکڑوں کو بھوک اور پیاس کی شدت سے تڑپتے دیکھا اور پھر ایک ایک کر کے ان میں سے ہر وجود مقدس خاک وخون میں تڑپا اور جان بحق تسلیم ہوا اور یہ بھی سچ ہے کہ وہ دشمنوں سے نہ تو پینے کے لئے پانی چھین سکا اور نہ زندہ رہنے کیلئے اپنی غذا حاصل کرسکا اور اس میں بھی شک نہیں کہ بالآخر سر سے لے کر پیر تک وہ زخموں سے چور ہوا تاہم فتح اسکی تھی اور فیروزمندی وکامرانی کا تاج صرف اسی کے زخم خوردہ سر پر رکھا جاچکا تھا۔(ماخوذ)

اعـــلان مفقـود الخبـــری

معاملہ نمبر ۷/۹۹/۱۴۴۵ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ پوہدی بیلا، دربھنگہ)

فضا خاتون بنت عبدالشکور، مقام وڈاکخانہ دلدل، ضلع مدھوبنی، حال مقام وڈاکخانہ جھگڑوا، ضلع دربھنگہ۔۔فریق اول

بنام

محمد عتیق الرحمٰن ولد عبدالقادر مرحوم مقام وڈاکخانہ پالی، بلاک گھنشیام پور، ضلع دربھنگہ۔۔۔۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ کے خلاف غائب ولاپتہ ہونے اور جملہ حقوق زوجیت بشمول نان ونفقہ سے محرومی کی بناء پر ذیلی دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ اشرفیہ عربیہ پوہدی بیلا دربھنگہ میں فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کو دیں، اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۰/شعبان المعظم ۱۴۴۵ھ مطابق ۲/مارچ ۲۰۲۴ء روز سنیچر پر آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت

Scanned with CamScanner

ہفتۂ رفتہ

بلقیس بانو کیس میں تمام 11 مجرموں کی خودسپردگی

گجرات فسادات کی متاثرہ بلقیس بانو کیس کے تمام 11 مجرموں نے گودھرا سب جیل میں خودسپردگی کردی۔ سپریم کورٹ نے 8 جنوری کو ان کی سزا میں رعایت کرنے کو منسوخ کرتے ہوئے انہیں 21 جنوری تک خود سپردگی کرنے کو کہا تھا۔ انسپکٹر این ایل دیسائی نے بتایا کہ مجرموں نے اتوار کی رات دیر گئے جیل حکام کے سامنے خودسپردگی کردی۔ بلقیس بانو کے ساتھ اجتماعی زیادتی اوراس کے خاندان کے 7 افراد کے قتل کے مجرموں نے خودسپردگی کرنے کے لیے مزید مہلت مانگی تھی۔ سپریم کورٹ میں دائر درخواست میں مجرموں نے اپنی صحت اوراپنے خاندان کے افراد کی ذمہ داریوں کا حوالہ دیا تھا، تاہم عدالت عظمی نے درخواست مسترد کرتے ہوئے انہیں پہلے سے طےشدہ تاریخ تک خودسپردگی کرنے کو کہا تھا۔ 11 مجرموں میں بکا بھائی دوہنیا، بپن چندر جوشی، کیسر بھائی ووہنیا، گووند نائی، جسونت نائی، منیش بھٹ، پردیپ موردھیا، رادھے شیام شاہ، راجو بھائی سونی، رمیش چندنا اورشیلیش بھٹ شامل ہیں۔ گجرات حکومت نے ان تمام کی سزا معاف کردی تھی۔ (ایجنسی)

الیکشن کمیشن کی جانب سے ووٹرلسٹ جاری

پارلیمانی انتخاب 2024 کی الٹی گنتی شروع ہوگئی ہے۔ سیاسی پارٹیوں کے ساتھ ساتھ الیکشن کمیشن نے بھی اسے لے کر تیاری شروع کردی ہے۔ بہار کے چیف الیکشن افسر آفس کے ذریعہ سوموار کو آخری ووٹرلسٹ کو شائع کردیا۔ جس کے مطابق ریاست کے صرف 243 اسمبلی حلقوں میں ووٹروں کی کل تعداد 7 کروڑ 64 لاکھ 33 ہزار 329 ہے۔ گزشتہ سال کے مقابلے میں اس فہرست میں ووٹروں کی تعداد نمبر 12 لاکھ 9 ہزار 347 بڑھ گئی ہے۔ اس بار ووٹروں کا جنسی شرح بھی بڑھا ہے۔ گزشتہ سال جہاں فی ہزار مرد ووٹروں پر 907 عورت ووٹرس تھیں وہیں اب یہ عداد 909 عورتیں ووٹر ہوگئی ہیں۔ بہار کے کل 76433329 ووٹروں میں سے مرد ووٹروں کی تعداد 4 کروڑ 29 ہزار 139 ہے وہیں عورت ووٹروں کی تعداد 3 کروڑ 64 لاکھ 1 ہزار 309 ہے۔ تھرڈ جنڈر کی تعداد 2 ہزار 290 ہے اس میں نئے ووٹرلسٹ میں نوجوان ووٹروں کی تعداد میں بھی بھاری اضافہ دیکھا گیا ہے۔ 18 سے 19 برس کے 7 لاکھ 79 ہزار 360 نوجوان ووٹر کو فہرست میں جوڑا گیا ہے۔ جو پہلی بار پارلیمانی انتخاب میں ووٹ ڈالیں گے۔ (ایس این بی)

کسی مدرسہ کا الحاق رد نہیں ہوگا

بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے چیئر مین سلیم پرویز نے 1+2459 زمرے کے تحت 609 اور 205 زمرے کے تقریباً ایک سو مدارس کو محکمہ تعلیم کے ذریعہ جانچ میں فیل قرار دیے جانے اوراس میں پیمانہ کے مطابق خامی پائے جانے کی بنیاد پراس کا الحاق رد کردیے جانے کی سفارش پر سخت تشویش کا اظہار کیا ہے لیکن اسی کے ساتھ اپنے بلندعزائم اور حکمت عملی کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے واضح طور پر اعلان کیا ہے کہ محکمہ تعلیم کے ذریعہ الحاق رو کئے جانے کے سلسلے میں جوفہرست بورڈ کو بھیجی گئی ہے ان میں سے کسی بھی مدرسہ کا الحاق ردنہیں کیا جائے گا بلکہ مدرسہ بورڈ کے ذریعہ اپنی ایجنسی سے ازسرنو جانچ کرائی جائے گی اور متعلقہ مدارس کے ذمہ داران کو ہرطرح کے لازمی کاغذات کو درست کر لینے اور مقررہ پیمانہ کو پورا کرنے کیلئے پھر سے مہلت دی جائے گی۔ (پریس رپورٹ)

محمد اظہار

بہار میں ہجومی تشدد چار مسلم نوجوانوں کی لنچنگ

بہار میں ان دنوں ماب لنچنگ کی واردات پھر سے بڑھ رہی ہے، آئے دن کہیں نہ کہیں کوئی نوجوان بھیڑ کے ہاتھوں ہلاک ہورہا ہے۔ تازہ واقعہ اورنگ آباد کا ہے جہاں پارکنگ تنازعہ میں ایک عینی شاہد کی موت پر ناراض لوگوں نے چار لوگوں کو اس قدر مارا پیٹا کہ دو کی وہیں موقع موت ہوگئی جب کہ دو شدید زخمی اسپتال میں دم توڑ دیا۔ سوشل میڈیا پر گشت کرنے والی اطلاعات کے مطابق ہجومی تشدد کے مہلوکین کی شناخت ارمان احمد، محمد زاہد، وکیل انصاری اور چمن منصوری کے طور پر کی گئی۔ امر اجالا کی رپورٹ کے مطابق یہ واقعہ جاپلا - نبی نگر روڈ پر اورنگ آباد کے نبی نگر تھانہ علاقے میں کیسریا موڑ کے قریب پیش آیا۔ دکان کے سامنے گاڑی کھڑی کرنے پر دکاندار سے جھگڑے کے بعد کار میں بیٹھے چار افراد میں سے ایک نے دکاندار پر پستول سے فائرنگ کردی۔ گولی دکاندار کے پاس بیٹھے ایک دیہاتی کو جا لگی جس سے وہ شدید زخمی ہوگیا۔ زخمی نے علاج کے لیے نبی نگر اسپتال لے جانے کے دوران راستے میں ہی دم توڑ دیا۔ یہاں مشتعل مقامی لوگوں نے کار میں سوار چار لوگوں کو موقع پر ہی مارا پیٹا جس کی وجہ سے دو کی وہیں موقع پر موت ہوگئی۔ باقی دو کی حالت بھی تشویشناک بتائی گئی ہے۔ نوبھارت ٹائمز کے مطابق دو زخمیوں میں ایک ہسپتال میں جانبر نہ ہوسکا۔ جب کہ دیگر ذرائع سے موصولہ اطلاعات کے مطابق یہ دو زخمی بھی جانبر نہیں ہوسکے۔ گولی لگنے سے مرنے والے شخص کی شناخت نبی نگر تھانہ کے مہوری گاؤں کے رہنے والے رامشرن چوہان عمر 60 سال کے طور پر ہوئی ہے۔ چاروں کو مجرم بتایا جارہا ہے کیونکہ ان کے پاس پستول تھی۔ دونوں زخمیوں کو ابتدائی طبی امداد کے بعد بہتر علاج کے لیے نبی نگر اسپتال ریفر کیا گیا ہے۔ (دیوبند ٹائمز)

حلال سرٹیفکیشن تنازع میں جمعیت علمائے ہند حلال ٹرسٹ کو سپریم کورٹ سے ملی بڑی راحت

سپریم کورٹ نے جمعرات (25 جنوری) کو جمعیت علمائے ہند حلال ٹرسٹ کی درخواست پر اتر پردیش حکومت کو نوٹس جاری کیا، درخواست میں حلال مصدقہ مصنوعات کی تیاری، فروخت، ذخیرہ کرنے اور تقسیم کرنے پر اتر پردیش حکومت کی پابندی کو چیلنج کیا گیا ہے، وہیں ایک دیگر اہم فیصلے میں جسٹس بی آر گاوائی اور جسٹس سندیپ مہتا کی بنچ نے جمعیۃ علماء ہند کے صدر مولانا محمود اسعد مدنی اور ٹرسٹ کے دیگر عہدیداروں کے خلاف کسی بھی طرح کی تعزیری کارروائی پر بھی روک لگادی اور حکومت سے کہا کہ اب اس معاملے کو حل کیا جائے گا، یہ سپریم کورٹ کے پاس ہے، اس لیے ایسی کارروائی سے گریز کیا جائے، اس کے علاوہ بنچ نے آئین کے آرٹیکل 32 کے تحت جمعیۃ علماء ہند حلال ٹرسٹ کی جانب سے دائر درخواست کی سماعت کو بھی منظوری دے دی ہے۔ (نیوز رپورٹ)

طب وصحت

سردیوں کی صحت بخش سبزیاں اور پھل

اللہ تعالیٰ نے ہر موسم کے لحاظ سے ہمارے لئے پھل اور سبزیاں پیدا کی ہیں۔ پھل اور سبزیاں صحت کے لئے بہت مفید ہوتی ہیں۔ پھلوں اور سبزیوں کو کچا بھی کھایا جاتا ہے اور پکا کر بھی۔ یہ دونوں صورتوں میں آپ کے لئے فائدہ مند ثابت ہوتے ہیں۔ ان میں معدنیات (منرلز) اور حیاتین (وٹامنز) کی زیادہ مقدار پائی جاتی ہے۔ پھل اور سبزیوں میں ایسے اجزاء بھی پائے جاتے ہیں، جن کی ہمارے جسم کو ضرورت ہوتی ہے۔ یہ ہمارے جسم کو صحت مند رکھنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ پھل اور سبزیاں ہمیں بہت سی بیماریوں سے دور رکھتے ہیں۔ ذیل میں جاڑوں میں بہ آسانی دستیاب ہونے والے پھلوں اور سبزیوں کے فوائد درج کیے جارہے ہیں:

گاجر: گاجر ایسی سبزی ہے، جس میں سب سبزیوں سے زیادہ غذائیت ہوتی ہے۔ گاجر بینائی تیز کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتی، بلکہ اس کے کئی طبی فوائد بھی ہیں۔ گاجر کا رس روزانہ پینے سے ناخن، بال، دانت اور ہڈیوں کو بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ گاجر میں حیاتین سمیت کئی ایسے قدرتی اجزاء بھی پائے جاتے ہیں، جو صحت کے لئے انتہائی مفید ہیں۔ گاجر کا مربہ دل اور دماغ کو طاقت دینے میں لاجواب ہے۔ یہ جسمانی کمزوری کو بھی دور کردیتا ہے۔ کھانسی اور سینے کے درد سے نجات پانے کے لئے گاجر بے حد مفید سبزی ہے۔

بند گوبھی: بند گوبھی مشہور اور پسندیدہ سبزیوں میں شمار کی جاتی ہے۔ یہ بادی ہوتی ہے، لیکن گھی اور گرم مسالے کی آمیزش سے اس کا بادی پن ختم ہو جاتا ہے۔ اس میں نشاستہ (کاربوہائیڈریٹ) لحمیات (پروٹینز) اور حیاتین الف جیسے مفید صحت اجزاء پائے جاتے ہیں۔ جگر اور معدے کے لئے یہ بہت مفید سبزی ہے۔ اس میں غذائیت قدرے کم ہوتی ہے، مگر صحت بخش سبزی ہے۔ یہ بلغم کو بننے سے روکتی ہے اور مسوڑوں کے لئے بہترین سمجھی جاتی ہے۔ لوگ اسے سلاد کے طور پر کچا بھی کھاتے ہیں اور پکا کر بھی۔

پالک: پالک دنیا بھر میں پایا جانے والا وہ ساگ ہے، جو کثرت سے کھایا جاتا ہے۔ اس میں حیاتین اے، بی اور سی (ج) کے علاوہ تانبا اور فولاد بھی کافی مقدار میں ہوتا ہے۔ دیگر سبزیوں کے مقابلے میں یہ ساگ بہت جلد ہضم ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ معدے میں سوزش اور جلن کی شکایت کو بھی دور کرتا ہے۔ گلے کا درد دور کرنے کے لئے اس کے پتوں کو اُبال کر ان سے غرارے کرنا بے حد مفید ثابت ہوتا ہے۔ بخار میں مبتلا لوگ اسے بلا جھجک کھا سکتے ہیں۔ یہ بخار اور نزلہ زکام دور کرنے کے لئے بہت عمدہ غذا ہے۔

چقندر: چقندر بلڈ پریشر کو کم کرتا ہے۔ یہ سرطان سے بچاتا ہے، قبض دور کرتا ہے، نظام ہاضمہ کو بہتر بناتا ہے، خون کو فاسد مواد سے پاک کرتا ہے، کولیسٹرول کو کم کرتا ہے، جلد کو جوان اور تروتازہ رکھتا ہے، یادداشت کو تیز کرتا ہے اور چکنائی کم کرنے میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔

قدرت نے ہمیں بے شمار پھلوں کی نعمت سے نوازا ہے، جن میں غذائیت اور بہت سی بیماریوں کا علاج چھپا ہوا ہے، لہٰذا ان پھلوں کا کھانا ہماری صحت کے لئے بہت ضروری ہے۔ اگر روزانہ کی بنیاد پر پھلوں کو اپنی غذا کا حصہ بنالیں تو یقیناً ہم بے شمار بیماریوں سے بچ سکتے ہیں۔

سیب: پھلوں میں سیب کو سب سے زیادہ صحت وتوانائی بخش اور لذیذ ترین پھل کہا جاتا ہے۔ سیب ایک خوش ذائقہ، خوش رنگ اور خوش شکل پھل ہے۔ یہ اپنی غذائیت کے لحاظ سے سب پھلوں میں سب سے مقبول ہے۔ بچے، بوڑھے، جوان، بیمار اور تندرست سب ہی اسے رغبت سے کھاتے ہیں۔ سیب معدے میں پہنچ کر پیپسن (Pepsin) نامی جزو کے فعل کو تیز کرتا ہے، جس سے ہاضمے میں مدد ملتی ہے، بھوک خوب لگتی ہے اور جگر کا فعل بھی فعال ہو جاتا ہے۔ سیب کھانے سے جسم میں چستی اور عمل کرنے کی صلاحیت بڑھتی ہے۔ اسے فاسفورس کا قدرتی خزانہ کہا جاتا ہے۔ سیب کے چھلکوں میں حیاتین ج بہت زیادہ ہوتی ہے، اس لئے سیب کا چھلکا ضائع نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اسے چھلکے سمیت کھانا چاہیے۔ قے کی کیفیت میں سیب کا پانی نچوڑ کر قدرے نمک ملا کر پلائیں تو فوراً قے آنا بند ہو جاتی ہے۔ بچوں کے پیٹ کے کیڑوں سے نجات کے لئے رات کو سوتے وقت اگر انھیں ایک سیب کھلا دیا جائے اور اس کے بعد پانی ہرگز نہ پلایا جائے، تو بہت فائدہ ہوتا ہے۔

کیلا: حیاتین کے لحاظ سے کیلا مفید ترین پھلوں میں شمار کیا جاتا ہے، کیونکہ اس میں حیاتین الف، ب اور ھ ہوتی ہیں۔ اسہال اور پیچش کے خاتمے کے لئے پختہ کیلے میں املی کا گودا اور شکر ملا کر کھلایا جاتا ہے، جس سے فائدہ ہوتا ہے۔ حلق کی خراش، خشک کھانسی اور مثانے کی خراشوں کو دور کرنے کے لئے کیلا بہت مفید پھل ہے۔ کچا کیلا ذیابیطس میں بھی فائدہ دیتا ہے۔ دل کے درد میں دو عدد پختہ کیلوں میں ایک تولہ شہد ملا کر کھانے سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ مثانے کی کمزوری دور کرنے میں کیلا کھانا مفید ہے۔ اس کے علاوہ کیلے میں شامل حیاتین ب ذہنی صلاحیتوں کو بڑھانے میں بہت مددگار ثابت ہوتی ہے۔ کیلا روزانہ کھانے سے نہ صرف یہ دل کے درد سے بچاتا ہے، بلکہ ہڈیوں کی نشوونما میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ کیلا جسم میں خون کی کمی نہیں ہونے دیتا ہے، کیونکہ یہ فولاد سے بھرپور ہوتا ہے۔ (آفرین اعجاز)

Volume:64/74,Issue:05 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

ہمیں خبر تھی زباں کھولتے ہی کیا ہوگا
کہاں کہاں مگر آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیتے
(آشفتہ چنگیزی)

بلقیس نے انصاف کی جنگ جیت لی

معصوم مرادآبادی

بلقیس بانو کیس کے سزایافتہ مجرموں کودوبارہ گرفتار کرنے کے سپریم کورٹ کے احکامات سے انصاف کا سر بلند ہوا ہے۔ یہ فیصلہ ظلم وانصافی کے اس دور میں ان لوگوں کے لیے امید کی کرن ہے جو حالات کے جبر کا شکار ہیں اور جنھیں اپنا مستقبل تاریک نظر آتا ہے۔ بلقیس بانو اجتماعی آبروریزی اور قتل کیس کے ان گیارہ مجرموں کو مہاراشٹر کی ایک عدالت نے عمر قید کی سزا سنائی تھی، حالانکہ یہ سزا جرم کی نوعیت اور سنگینی کے اعتبار سے کم تھی۔ قانونی ماہرین کا خیال ہے کہ انھیں سزائے موت دی جانی چاہئے تھی، مگر گجرات سرکار نے انھیں عمر قید بھی پوری نہیں کرنے دی اور قبل از وقت ہی معافی دے کر رہا کردیا۔ دلیل یہ دی گئی تھی کہ ان مجرموں کے کردار میں سدھار پیدا ہوا ہے۔ مگر ان کی رہائی سے بلقیس بانو کو جس اذیت سے گزرنا پڑا، اس کا اندازہ سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد دیئے گئے بلقیس کے بیان سے ہوتا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ ''آج میرے سینے سے پہاڑ جیسا پتھر ہٹ گیا ہے۔'' درحقیقت گجرات کی بی جے پی سرکار نے ان بدترین مجرموں کو انصاف کے تمام تقاضوں کو پس پشت ڈال کر رہا کیا تھا۔ اس کیس کی تحقیقات سی بی آئی نے کی تھی۔ جب اس معاملے میں سی بی آئی کی رائے لی گئی تو اس نے کہا تھا کہ اس معاملے میں رعایت دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اس کے بعد داہوڑ ضلع کے ایس پی اور ڈی ایم نے بھی سی بی آئی کے موقف کی تائید کی، لیکن اس دوران 11 جولائی 2022 کو امت شاہ کی سربراہی والی مرکزی وزارت داخلہ نے ایک خط جاری کیا، جس میں کہا گیا کہ ''مرکزی حکومت ضابطہ فوجداری کی دفعہ 435 کے تحت ان گیارہ قیدیوں کی رہائی کو منظوری دیتی ہے۔'' اس سے یہ ثابت ہوا کہ ان مجرموں کی رہائی کے پیچھے سیاسی اسباب پوشیدہ تھے۔ گجرات سرکار نے ان بدترین مجرموں کی رہائی کے لیے دن بھی ایسا منتخب کیا کہ سب دنگ رہ گئے۔ انھیں عین 15 / اگست کے دن اس وقت رہا کیا گیا جب پورا ملک 'آزادی کا امرت مہوتسو' منا رہا تھا۔ جب یہ گیارہ مجرمین رہا ہوکر جیل سے باہر آئے تو وشو ہندو پریشد کے دفتر میں پھول مالائیں پہنا کر ان کا ایسا شاہانہ استقبال کیا گیا، گویا وہ ملک کی آزادی کے ہیرو ہوں۔ اتنا ہی نہیں ان کی آرتی اتاری گئی، پاؤں چھوئے گئے اور انھیں پھول مالائیں پہنائی گئیں۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ عدالت کا فیصلہ سننے کے بعد یہ مجرمین اپنے گھروں سے غائب ہیں۔ ان کو رہا ہوئے 17 مہینے بیت چکے تھے۔ نومبر 2022 میں ان کی رہائی کے خلاف بلقیس بانو نے سپریم کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا تھا اور اسی وقت یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ عدالت کی طرف سے کوئی سخت فیصلہ آئے گا۔ اس کیس کی پیروی جن چار بہادر خواتین نے کی ان کے نام سابق ایم پی مہوا موئترا، کمیونسٹ رہنما سبھاشنی علی، سابق وائس چانسلر پروفیسر روپ ریکھا ورما اور صحافی ریوتی لال ہیں۔

مجرمین کی دوبارہ گرفتاری کی ذمہ داری اسی گجرات حکومت کے کاندھوں پر ہے جس نے انھیں رہا کیا تھا۔ سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ کیا گجرات حکومت ان کی دوبارہ گرفتاری میں دلچسپی لے گی؟ سپریم کورٹ کے سابق جج جسٹس مارکنڈے کاٹجو نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ ''ہوسکتا ہے کہ وہ گجرات میں کہیں چھپ گئے ہوں یا کسی اور ریاست میں جاکر روپوش ہوگئے ہوں یا پھر ملک سے ہی فرار ہوچکے ہوں۔'' انھوں نے یہ بھی کہا کہ ''گجرات پولیس تو حکومت گجرات کے احکامات پر ہی عمل کرے گی، اور ان سزایافتگان کو ڈھونڈ نکالنے میں سردمہری سے کام لے گی، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ حکومت گجرات سپریم کورٹ کے احکامات سے ہی نظر پھیر لے اور مجرمین کو تلاش نہ کرپانے یا حکم پر عمل نہ کرپانے کے سو بہانے تلاش کرے۔'' بلقیس بانو اجتماعی آبروریزی کے یہ مجرم آزاد ہندوستان کی بدترین نسل کشی کے قصوروار ہیں۔ انھوں نے نہ صرف پانچ ماہ کی حاملہ بلقیس بانو کی اجتماعی آبروریزی کی بلکہ اس کے سات رشتے داروں کو بھی بے رحمی سے قتل کیا تھا۔ جرم کی نوعیت اور بربریت کے اعتبار سے یہ کیس اپنی مثال آپ تھا۔ گجرات نسل کشی کے دیگر مقدمات کے ساتھ اس کی سماعت بھی مہاراشٹر میں ہوئی اور ممبئی کی ایک عدالت نے انھیں عمر قید کی سزا سنائی۔ اس سزا کو ہائی کورٹ نے بھی برقرار رکھا، لیکن گجرات سرکار نے اپنے خصوصی اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے ان تمام مجرموں کو سزا پوری ہونے سے پہلے ہی رہا کردیا۔ گجرات سرکار کے فیصلے کو منسوخ کرتے ہوئے سپریم کورٹ نے اسے خوب کھری کھوٹی سنائی اور کہا کہ ''گجرات سرکار نے نہ صرف اپنی طاقت کا غلط استعمال کیا بلکہ خواتین کے وقار کو بھی چوٹ پہنچائی۔''

بلقیس بانو گجرات کی نسل کشی کا ایک ایسا کردار ہے، جس کی مظلومیت، بے کسی اور لاچاری پر دنیا ڈھیروں آنسو بہا چکی ہے۔ اس کی مظلومیت کی کہانی پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہونے لگتے ہیں۔ کون سا ایسا ظلم تھا جو بلقیس بانو اور اس کے گھر والوں پر نہیں ڈھایا گیا۔ درندگی اور بربریت کا ایسا کون سا پہلو تھا جو اس کے مجرموں نے نظر انداز کیا ہو۔ ہندوستان میں جب بھی فرقہ وارانہ نسل کشی کی تاریخ رقم ہوگی تو اس میں بلقیس بانو ایک جلی عنوان بنے گی۔ بلقیس بانو کی کہانی یہ بھی ثابت کرتی ہے کہ اس ملک میں مذہبی جنون میں مبتلا وحشی درندوں کے اندر انسانی خون پینے کی پیاس کتنی گہری ہے۔ یوں تو آزادی کے بعد سے ہی اس ملک میں فسادات کا لامتناہی سلسلہ ہے اور مسلمانوں نے اپنے اوپر ایک سے بڑھ کر ایک ظلم جھیلا ہے، لیکن 2002 کی گجرات نسل کشی ایک ایسا عنوان ہے جس کی ٹیس وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مزید گہری ہوتی چلی جاتی ہے۔ اس نسل کشی میں شرکت کا ایک الزام چونکہ سرکاری مشنری پر بھی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کی انتہائی سنگین وارداتوں کی سماعت گجرات سے باہر مہاراشٹر میں کی گئی اور وہاں کئی قصورواروں کو سزائیں بھی ملیں۔ اس معاملے میں گجرات سرکار کا رول ان مجرموں کو بچانے کا تھا جو اس قتل وغارتگری میں گردن تک ڈوبے ہوئے تھے۔ بدترین مجرموں کے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ ظلم وستم کی تاریخ رقم کرنے والے ان کے چہیتے تھے۔ اسی لیے قدم قدم پر ان کا دفاع کیا گیا۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ گجرات سرکار نے جن بنیادوں پر بلقیس بانو کے مجرموں کو قبل از وقت رہا کرنے کا فیصلہ کیا تھا، ان میں سب سے مضبوط بنیاد ان کے 'سدھرنے' کی تھی۔ گویا صوبائی سرکار کے نزدیک اب ان کا کردار ایسا نفیس ہوگیا تھا، جس کا انھیں انعام ملنا چاہئے تھا۔ سپریم کورٹ نے ان مجرموں کو دوبارہ پابند سلاسل کرنے کا حکم صادر کرتے ہوئے کہا ہے کہ ''عورت چاہے کسی بھی طبقہ یا مذہب کی کیوں نہ ہو، اس کی عزت ووقار کا خیال کرنا ضروری ہے۔ عدالت نے سوال کیا ہے کہ کیا عورت کے خلاف گھناؤنا جرم انجام دینے والوں کو چھوٹ دی جانی چاہئے؟'' بلقیس بانو کیس کے سزایافتہ مجرموں کی رہائی کا گجرات سرکار کا فیصلہ رد کرنے کے دوررس نتائج برآمد ہوں گے۔ ملک میں صوبائی حکومتوں کے ذریعہ مختلف سزایافتہ مجرموں کو رعایت دینے کا معاملہ موضوع بحث ہے۔ موجودہ حکومت اس معاملے میں کچھ زیادہ ہی دریادل ثابت ہوئی ہے۔ ان سرکاروں کے کئی چہیتے مجرم جو مختلف جیلوں میں سزائیں کاٹ رہے ہیں، انھیں بار بار پیرول پر رہا کیا جارہا ہے۔ ان میں آسارام باپو اور گرمیت رام رحیم جیسے مجرم بھی شامل ہیں، جو عورتوں کے خلاف سنگین جرائم کی سزا بھگت رہے ہیں، لیکن ہریانہ کی بی جے پی سرکار قریبی رشتوں کے سبب بار بار انھیں پیرول پر رہا کرتی ہے۔ دوسری طرف سی اے اے قانون کے خلاف مہم چلانے والے کئی سماجی کارکنوں کو ضمانت دینے کی مسلسل مخالفت کی جارہی ہے، جبکہ ان پر اب تک کوئی جرم ثابت نہیں ہوسکا ہے۔

☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔ رابطہ اور واٹس ایپ نمبر 9576507798
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168, Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ (محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب)
WEEK ENDING-29/01/2024, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,
نقیب قیمت فی شمارہ -/8 روپے ششماہی -/250 روپے سالانہ -/400 روپے

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 8434419421
Scanned with CamScanner